ماہنامہ
صراطِ مستقیم
برمنگھم
August 2024
علی رضی اللہ عنہ
تاریخ اہلِ حدیث

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد
مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ
مولانا محمود احمد میر پوری رحمہ اللہ

Vol: 44 No. 10 August 2024
Muharram ul Haram/ Safar /46 AH
جلد: 44 شمارہ: 10 اگست 2024ء
محرم الحرام/صفر: 1446ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:
SIRATE-MUSTAQEEM
20 Green Lane, Small Heath,
Birmingham B9 5DB
Tel: 0121 773 0019
Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK
www.mjah.org.uk/siratemustaqeem
E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

اسلامی دعوت کانفرنس، مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، برطانیہ کی منظم اور متحرک جماعت ہے۔ اس جماعت کے زیر اہتمام ہر سال برطانیہ کے طول و عرض میں مختلف کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے جن میں سے اسلامی دعوت کانفرنس خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

مجھے اس کانفرنس میں 2007ء سے لے کر آج تک کئی مرتبہ شرکت کرنے کا موقع ملا۔

یکم جولائی کو مرکزی جمعیت اہلِ حدیث برطانیہ کے نئے امیر مولانا شعیب احمد میرپوری اور ناظم اعلیٰ حافظ ذکاء اللہ سلیم نے مجھ سے رابطہ کیا اور مجھے برطانیہ میں کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی۔ میں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور 13 جولائی کو لاہور سے برطانیہ کیلئے روانہ ہوا۔ لاہور ایئرپورٹ پر بہت سے پاکستانی دوست احباب سے ملاقات ہوئی جنھوں نے مختلف مذہبی عناوین کے ساتھ ساتھ پاکستان کے سیاسی منظر نامے کے حوالے سے گفتگو کی۔ جب بھی کسی عوامی مقام پر لوگوں سے ملاقات کا موقع ملتا ہے تو عوام میں جہاں دین کی محبت نظر آتی وہیں پر وہ ملک کے مستقبل کے بارے میں بھی متفکر نظر آتے ہیں۔

لاہور ایئرپورٹ پر سعودی عرب میں مقیم ایک سنجیدہ پاکستانی سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں انہوں نے بھی بہت سے دینی مسائل پر گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی سیاسی صورتحال پر تشویش اور ملک میں سیاسی استحکام کیلئے نیک تمناؤں اور جذبات کا اظہار کیا۔ لاہور سے ابوظہبی پہنچے تو وہاں بھی مختلف ممالک کی طرف سفر کرنے والے پاکستانیوں سے ملاقات ہوئی۔ بیرونِ ملک مقیم پاکستانی اپنے ملک سے وابستگی رکھنے کی وجہ سے کسی بھی شعبۂ زندگی سے وابستہ معروف لوگوں کا احترام کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ محبت درحقیقت اسلام اور ملک کی نسبت سے ہوتی ہے۔ ساڑھے تین گھنٹے ابوظہبی میں رکنے کے بعد فلائٹ مانچسٹر کیلئے روانہ ہوئی اور برطانوی وقت کے مطابق صبح سات بجے جہاز رَن وے پر اتر گیا۔ مانچسٹر کا موسم معتدل تھا۔ ایئرپورٹ پر نیلسن سے تعلق رکھنے والے دیرینہ دوست شاہنواز موجود تھے جن کے ساتھ دو گھنٹے گپ شپ کرنے کے بعد ہم برمنگھم میں پہنچے۔

برمنگھم میں پاکستان سے تعلق رکھنے والی ممتاز علمی شخصیت ڈاکٹر حماد لکھوی، مرکزی جمعیت اہلِ حدیث برطانیہ کے ناظم اعلیٰ قاری ذکاء اللہ سلیم، معروف مذہبی رہنما مولانا شریف اللہ شاہد اور حافظ عبدالستار عاصم موجود تھے۔

عصر کی نماز کے بعد الم راک کی خوبصورت اور دل آویز مسجدِ محمدی میں پہنچا تو وہاں ڈاکٹر عبدالہادی العمری، مولانا شعیب احمد میرپوری، مولانا شفیق الرحمن شاہین اور دیگر احباب کو موجود پایا۔

ڈاکٹر حماد لکھوی صاحب نے قضیۂ فلسطین کے حوالے سے بڑی بصیرت افروز گفتگو کی۔

اس موقع پر مجھے بھی خطاب کرنے کا موقع ملا اور مجھے زوالِ امت کے اسباب کے حوالے سے اپنی چند گزارشات کو رکھنے کی دعوت دی گئی۔ اس موقع پر میں نے جن نکات کو بیان کیا، وہ درج ذیل ہیں:

1۔ اعتقادی کمزوریاں:

قرونِ اولیٰ کے مسلمان اللہ کی وحدانیت پر پختہ ایمان رکھتے تھے اور شجر، حجر اور ستاروں کے حوالے سے کسی بھی قسم کے توہمات کا شکار نہ تھے لیکن بتدریج دنیا کی دیگر اقوام کی طرح مسلمانوں میں بھی کئی ایک اعتقادی کمزوریاں داخل ہو گئیں۔

ستاروں کی روشنی میں اپنے مستقبل کو دیکھنے کی کوشش کرنا اور الحاد جیسے فتنے آج مسلمانوں میں بھی موجود ہیں۔ اللہ کی ذات کے ساتھ والہانہ وابستگی انتہائی ضروری ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسا کرتا، اسی سے اپنی امیدوں کو وابستہ کرتا اور اس کی خشیت کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے حامی اور مددگار بن جاتے ہیں۔

2۔ قرآن سے دوری:

جب تک مسلمانوں کا تعلق قرآن مجید سے مضبوط رہا، وہ زمین پر غالب رہے لیکن جب انہوں نے قرآن مجید سے انحراف کیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذلت کو ان کا مقدر بنا دیا۔

قرآن مجید میں اللہ نے یہود کی ذلت کی وجہ بیان کی کہ وہ آیاتِ الٰہیہ کا انکار کیا کرتے تھے۔ گویا کہ آیاتِ الٰہیہ سے انحراف کرنے کی وجہ سے انسان زوال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے بجاطور پر کہا تھا کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

3۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے انحراف:

جو شخص بھی نبی کریم ﷺ کے اسوہ سے انحراف کرتا ہے وہ مختلف طرح کے فتنوں کا نشانہ بن جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے

احکامات کی مخالفت کرنے کے انجامِ بد کے حوالے سے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”سو لازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کے حکم کی، اس بات سے کہ کہیں نہ آپڑے اُن پر کوئی فتنہ یا نہ آلے انہیں دردناک عذاب۔“ (سورۃ النور: 63)

4۔ دین کے بعض حصوں کو قبول کرنا اور بعض کا انکار کرنا:

بہت سے لوگ کتاب و سنت پر یقین رکھنے کے باوجود دین کے بعض حصوں کو درست سمجھتے اور بعض حصوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ اپنی خواہشات اور مفادات کو ترجیح دیتے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں ایسے لوگوں کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾

”پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہر گز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“ (سورۃ البقرہ: 85)

5۔ ناشکری:

جب انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے اپنی نعمتوں کو چھین لیتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حوالے سے سورۃ نحل میں ایک بستی کی مثال دی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾

”اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو امن والی، اطمینان والی تھی، اس کے پاس اس کا رزق کھلا ہر جگہ سے آتا تھا، تو اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا، اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ (سورۃ نحل: 112)

اللہ کی اس ناراضگی سے بچنے کیلئے انسان کو شکر گزاری کا راستہ اختیار کرنا اور دل' زبان اور اعمال سے شکر گزار ہونے کا ثبوت دینا چاہیے۔

6۔ فسق و فجور اور گناہوں کا ارتکاب:

انسان کی زندگی میں آنے والے بہت سے مصائب کا تعلق اس کی خطاؤں اور گناہوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس حقیقت کو قرآن میں بیان کرتے ہیں: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ﴾

”اور جو بھی تمہیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔“ (سورۃ الشوریٰ: 30)

جب اجتماعی حیثیت سے گناہ کیے جاتے اور نافرمانیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے تو پھر خشکیوں اور تریوں میں فساد ظاہر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ”خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا' اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ وہ انہیں اس کا کچھ مزہ چکھائے جو انہوں نے کیا ہے تاکہ وہ باز آ جائیں۔“ (سورۃ الروم: 41)

اس موقع پر میں نے شرکائے کانفرنس کے سامنے اس بات کو رکھا کہ اگر ہم اپنے کھوئے ہوئے عروج کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ کی توحید سے والہانہ وابستگی، قرآن مجید کے احکامات سے تمسک، سنت نبوی شریف سے تعلق، شکر گزاری پر مداومت اور فسق و فجور کے بجائے نیکی اور توبہ کے راستے کو اختیار کرنا ہو گا۔ اگر ہم یہ اقدامات کر لیتے ہیں تو یقیناً ہم اپنے کھوئے ہوئے عروج کو واپس حاصل کر سکتے ہیں۔ لوگوں نے بڑی دلجمعی سے تقاریر کو سنا اور بہت پُرجوش انداز میں خطبا سے ملاقات کی۔ یوں اسلامی دعوت کانفرنس کا یہ سیشن اپنے جلو میں بہت سی خوبصورت یادوں کو لیے اختتام پذیر ہو گیا۔

☆☆☆

مولانا عبد الرزاق مسعود کی برطانیہ آمد

ہیلی فکس میں مولانا عبد الرزاق مسعود نے اپنے زمانہ امامت و خطابت اور بچوں کی تعلیم کے زمانہ میں ایک پرانی مسجد کی توسیع کی، اب وہ بہت ہی شاندار اور خوبصورت مسجد ہے۔ امام کعبہ نے اس مسجد کا افتتاح کیا تھا۔ مولانا آج کل پاکستان میں ہیں، تاہم عرصہ دار کے بعد میاں چنوں ملتان سے برطانیہ آئے ہوئے ہیں۔ مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا عبد الہادی العمری، مولانا جمیل احمد عمری، مولانا حفیظ اللہ خان المدنی، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور جماعتی قائدین اور علماء نے مولانا عبد الرزاق مسعود کو خوش آمدید کیا۔ اس موقع پر علماء و قائدین نے کہا کہ مولانا مسعود ان کے بیٹے اور بیٹیوں نے توحید و سنت کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی ہیں، وہ ہر وقت اور ہر جگہ توحید و سنت کے کام کو پھولتا اور پھلتا دیکھنا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ایسے علماء پیدا کیے جنہوں نے اپنی علمی ،بصیرت، بلند ہمتی اور بے لوث جذبہ کے ساتھ امت کی رہنمائی کی ، تعلیمات اسلامی کے چشمۂ صافی کو پراگندہ خیالات اور مشتبہ باتوں سے گدلا کرنے کی کوششوں کو ناکام بنایا، کیونکہ یہ دین اللہ نے نازل فرمایا، جو قیامت تک آنے والوں کے لیے آخری پیغام ہدایت ہے، اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اللہ رب العالمین نے اپنے اوپر لے رکھی ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (سورۃ الحجر:9)

اسلام فہمی کے دو بنیادی ماخذ قرآن و سنت ہیں، اس ذخیرہ کو محفوظ رکھنے کی، ہر دور میں توفیق الٰہی سے علماء ربانی نے گرانقدر کوششیں کیں، ان عظیم ہستیوں میں ایک بڑا نام علامہ الشیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا ہے، جن کی پیدائش 1914ء یورپ کے علاقہ البانیہ میں ہوئی، لیکن لڑکپن ہی میں ہجرت کر کے والدین کے ہمراہ شام آکر آباد ہوئے۔ حفظ، عربی ادب اور فقہ کی ابتدائی تعلیم پہلے والد سے حاصل کی، پھر مختلف علماء سے استفادہ کیا، ذاتی محنت سے بتدریج علمی منازل طئے کرتے گئے، گزر بسر کے لیے والد نے گھڑی کی مرمت سازی کا ہنر سکھا دیا تھا، اسی مناسبت سے انہیں الساعاتی بھی کہا جاتا تھا، قافلہ محدثین میں پیشوں کے اعتبار سے ذہبی، حداد اور نجار وغیرہ کی اصطلاحات تو ملتی ہیں ان میں الساعاتی کا اضافہ ہوا۔

اس معاشی پیشہ سے علامہ موصوف کو طلب علم اور تحقیق و جستجو کی راہ میں سہولت ہوئی، وہ اپنی دوکان پر اتنی دیر کام کرتے، جتنی دیر روزینہ کے لیے ضروری ہوتی، پھر دوکان بند کر کے باقی وقت لائبریری میں گذارا کرتے، آپ کے ذوق مطالعہ کو دیکھ کر دمشق کی مشہور لائبریری مکتبہ ظاہریہ کی چابی آپ کے حوالہ کردی گئی تھی کہ سرکاری ٹائم ٹیبل کی پابندی سے آپ مستثنیٰ قرار پائے، اس اہم مکتبہ کے شعبہ مخطوطات کی فہرست موصوف کی ہی مرہون منت ہے۔ یہ مرحلہ کٹھن ہوتا ہے کہ آدمی کسب معاشی کی فکر بھی کرے اور علمی سفر بھی جاری رکھے ، اس راہ میں بیشتر افراد کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، گھر بار اہل و عیال اور مالی مسائل کی فکر انہیں علمی میدان میں آگے بڑھنے سے روک دیتی ہے ، شیخ موصوف مالی مسائل کو اپنے علمی سفر پر اثر انداز ہونے نہ دیا اور آہستہ آہستہ لوگ ان کے مقالات اور دعوتی سرگرمیوں کے باعث ان کی صلاحیتوں کے قائل ہوتے گئے کہ

بلا شک وشبہ علامہ البانی عصر حاضر کے عظیم محدث تھے، احیاء سنت کے لیئے انہوں نے جو گرانقدر اور ٹھوس علمی خدمات انجام دی، اسے زمانہ کبھی بھول نہیں سکے گا ، معاشرہ میں رائج ضعیف اور موضوع احادیث کی نشاندہی کی، تخریج احادیث کا اتنا ملکہ آپ کو حاصل تھا۔

بہت سے علماء، پروفیسرز اور خطباء حرمین سے لے کر عام مساجد کے ائمہ تحقیق کی زحمت سے بچتے ہوئے عموماً شیخ البانی کا حوالہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ صححہ الالبانی یا ضعفہ کہ فلان حدیث کو البانی نے صحیح قرار دیا یا فلاں کو ضعیف، علامہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ الضعیفہ کے نام سے ہزاروں احادیث کی خالص علمی اسلوب سے تحقیق کی، اور اس سلسلہ کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ علمی مجلسوں میں آپ کو صرف صاحب السلسلہ کہا جاتا ہے۔کتب فروشوں نے اس کا خوب فائدہ اٹھایا۔ شیخ محترم کی کتابیں گراں قیمت فروخت ہونی لگیں کہ ایڈیشن کے ایڈیشن دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہوتے گئے۔ شیخ محترم نے احادیث کی مشہور کتب

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ کا از سر نو جائزہ لیا، ان میں پائی جانے والی بعض ضعیف احادیث کی خالص علی اسلوب میں نشاندہی کی، یہ ایسا جرأتمندانہ کارنامہ ہے کہ اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی، اگرچیکہ بعض شارحین حدیث نے ضمناً بعض احادیث کی نشاندہی اپنی کتب شرح میں کی، لیکن اس پر مستقل کام کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عرف عام کسی حدیث کا مذکورہ کتابوں میں پایا جانا ہی کافی سمجھا جاتا رہا، گو کہ محدثین نے خود یہی بعض احادیث کے ساتھ اس کی حیثیت بھی درج کر دی تھی ۔ یہ ایک نہایت جرأتمندانہ اور کٹھن علمی معرکہ تھا، لیکن احیاء سنت کے جذبہ سے سرشار علامہ نے یہ معرکہ نہایت کامیابی سے سر کر کے قرون اولی کی یاد تازہ کر دی اور امت آپ کا احسان فراموش نہیں کر سکتی۔

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک دین دشمن کو اس کی حدیث میں دراندازی اور من گھڑت روایات کے پرچار کی بنیاد پر گرفتار کر کے سخت سزا کا مستحق قصوروار قرار دیا گیا، اس زندیق نے کہا کہ اگر مجھے مار

دو گے تو ان سینکڑوں روایات کا کیا ہو گا جو میں نے خود سے گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کے نام سے منسوب کر کے لوگوں میں پھیلا دیا، گویا یہ دھمکی بھی تھی کہ میرے بعد ان من گھڑت روایات کو لوگ دین کا حصہ سمجھ کر قبول کر لیں گے اور یہ چشمہ صافی اس آمیزش سے مکدر ہو گا، اس پر حقیقت حال سے باخبر حکمران ہارون الرشید نے اطمینان سے جواب دیا کہ یعیش لھا جھابذۃ العلم تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ علامہ الفرازی اور علامہ ابن مبارک جیسی علم وعمل کی چٹانیں ہمارے درمیان موجود ہیں جو ذخیرہ احادیث سے ان کثافتوں کو چھان کر الگ کر دیں گے جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینکی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں ایسے علماء ربانی پیدا فرمایا جو فن حدیث میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے شب و روز کو یوں محفوظ فرمایا کہ مستشرقین Orientalists کو تک اعتراف کرنا پڑا:

"لیفتحر المسلمون علی علم حدیثهم ما شاؤا"

مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ذخیرہ احادیث پر جتنا چاہے، فخر کریں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ پیغمبر اسلام ﷺ کے شب وروز اور آپ کے فرامین کو اتنا محفوظ کر دیا گیا کہ آپ کے علاوہ دنیا میں کوئی شخصیت دینی، سماجی یا سیاسی ایسی نہیں، جس کی زندگی کا ریکارڈ اس قدر محفوظ ہو۔

موجودہ دور میں حدیث کے حوالے سے کئی سعادت مندوں نے زبردست کارنامے انجام دیے۔ ایک بڑا نام ڈاکٹر مصطفی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، جن کا تعلق شمالی ہند کے علاقہ مئو سے تھا، انہوں نے حدیث کی مشہور گم گشتہ کتاب صحیح ابن خزیمہ کے قلمی نسخہ کو یورپ کے مکتبات سے ڈھونڈ نکالا، جس سے علمی دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی کہ حدیث کا یہ انمول خزانہ جو عرصہ سے غائب تھا، کیسے تلاش کیا گیا۔ امام ابن خزیمہ کا شمار امام بخاری کے معاصرین میں ہوتا ہے، پھر انہوں نے احادیث کو ماڈرن ٹیکنالوجی کمپیوٹرائز کرنے کا بھاری منصوبہ شروع کیا، اس ہندوستانی محقق اور اسکالر کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں عالم اسلام کا پُروقار شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا۔

جب وہ انعام وصول کرنے کے لیے خالص ہندوستانی لباس میں ملبوس پہنچے تو شاہ فہد سمیت معززین کافی دیر تک انہیں دیکھتے رہے۔

پھر ڈاکٹر پروفیسر ضیاء الرحمن اعظمی عمری نے مشہور راوی حدیث صحابی جلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات کے حوالہ سے ایسی تحقیق پیش کی کہ منکرین حدیث اور مستشرقین کے اعتراضات کہ حدیث کے سب سے بڑے راوی مشرف باسلام ہونے والے متاخرین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، صحبت نبوی ﷺ میں رہنے کا انہیں ساڑھے تین برس کا قلیل عرصہ ملا اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس مختصر عرصہ کے باوجود متقدمین اور کبار صحابہ کے مقابلہ میں زیادہ احادیث بیان کریں، ڈاکٹر صاحب نے اسی اعتراض کا منطقی اور اصولی ایسا علمی جواب دیا کہ اس نو مسلم ڈاکٹر اعظمی کے مقالہ کو عالم اسلام نے ہاتھوں ہاتھ لیا، اہل علم نے اس کو خوب سراہا، پھر ایک حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا۔ حدیث کی ایسی کتاب مرتب کی جس میں صحیح احادیث کا احاطہ کر کے ایک جگہ جمع کر دیا "الجامع الکامل في الحدیث الصحیح الشامل" میں نے اعظمی صاحب کو ایک مجلس میں فرماتے ہوئے سنا کہ شاید اللہ نے مجھے قبول اسلام کی توفیق خدمت حدیث کے لئے ہی دی ہو اور ان کی آخری کتاب سیرت کے ہی متعلق ہے جو کہ محدثین کے اسلوب پر مرتب کی گئی۔ 'سیرۃ المصطفیٰ الصحیحۃ علی منہج المحدثین' سیرت نگاری کا یہ اسلوب گزشتہ 9 سو برس میں پہلی کوشش تھی، اگرچہ سیرت پر ہزاروں کتابیں لکھی گئیں لیکن مورخین کے طرز پر، اس کتاب میں دو ابواب کا اضافہ کر کے اعظمی صاحب نے اس کی اہمیت کو دوچند کر دیا۔ نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں اور واقعاتی دنیا میں ان کی صداقت اور مختلف غیر اسلامی مصادر میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے تذکرے۔

ڈاکٹر ضیاء سے پہلے مشہور محقق، متعدد زبانوں کے ماہر ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی نے مشہور راوی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہمام بن منبہ کے مجموعہ حدیث کو تلاش کر کے ایڈیٹنگ کے ساتھ پیش کیا، تو معترضین کی زبانیں گنگ ہو گئیں جن کا اعتراض ہوا کرتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ڈیڑھ، دو سال بعد جمع کی گئیں۔ احادیث کی صحت کا کیا اعتبار، ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش سلسلہ حدیث کو محدثین اور رسول اللہ ﷺ تک مربوط کرنے کا انتہائی مؤثر ذریعہ ثابت ہوئی، آج بھی ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا اسم گرامی علمی مجالس میں عزت واحترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ علماء ہند کی خدمت حدیث کے لیے ایک تفصیلی مقالہ درکار ہے کہ ان بزرگوں نے کن حالات میں یہ کارنامے انجام دیئے اللہ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے۔

میدان حدیث میں قدم رکھنے والوں کے لیے آبلہ پائی ضروری ہے ورنہ یہ جانگسل منزل طے نہیں ہو سکتی حتی کہ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں جو کہ بالاتفاق اقلیم حدیث کے بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ انہیں بھی سخت آزمائشی مراحل سے گزرنا پڑا اور بڑی قربانیاں دینی پڑیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر اس قدر ظلم کیا گیا کہ دوست احباب کو بھی پہچاننے میں دقت ہو رہی تھی۔ جلیل القدر امام کو خود اپنا تعارف کرواتے

ہوئے کہنا پڑا:

" من عرفني فقد عرفني و من لم يعرفني فأنا مالك بن أنس .

”جو مجھے پہچان سکا وہ جانتا ہے اور پہچاننے میں دقت ہو رہی ہو تو سن لو میں مالک بن انس ہوں۔“ (رحمہ اللہ)

اور میرے ساتھ یہ سلوک اس لیے کیا گیا کہ حاکم وقت کی مرضی کے مطابق میں غلط فتوی نہیں دے سکتا۔

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی راہ حق میں ثابت قدمی نے اسلامی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، ان پر ایسے کوڑے برسائے گئے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے بقول اگر کسی مست ہاتھی پر بھی مارے جاتے تو بلبلا اٹھتا۔(سیر اعلام النبلاء)

لیکن ان کوڑوں کی شدت کے باوجود زبان حق سے غلط فتوی نہیں نکل سکا۔ بھلا ان صبر و عزیمت کی چٹانوں کے مقابلہ میں شیخ البانی کیسے محفوظ رہ سکتے تھے، انہیں دو مرتبہ قید خانہ میں ڈالا گیا، ملک بدر کیا گیا جلاوطنی اور دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں اور گردو نواح مسلکی تعصب کا زور اتنا زیادہ تھا کہ ایک مسلک کے امام کے پیچھے دوسرا نماز تک ادا نہیں کرتا۔

دمشق کی مسجد جامع التوبہ میں دو امام مقرر تھے، شافعی امام کے بعد حنفی امام امامت کرواتا۔ اتفاق دیکھئے کہ خود علامہ البانی کے والد ہی حنفی امام کی حیثیت سے مقرر تھے۔

علامہ البانی نے اس انتشار کے خلاف رواداری کو عام کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ترغیب دی کہ کم از کم نماز ایک امام کے پیچھے ادا کرکے وسعت نظری اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کیا جائے۔ لیکن برا ہو تعصب کا اس اصلاحی آواز کے خلاف علامہ الالبانی کو زیر عتاب لاتے ہوئے پس زنداں کر دیا گیا اور دوسری مرتبہ حاکم وقت کی تائید نہ کرنے کی پاداش میں دمشق کے قلعہ میں محصور کر دیا گیا، یہ وہی قید خانہ ہے جس میں عالم اسلام کے مجدد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو بند کیا گیا تھا۔ لیکن قید و بند کی صعوبتیں پائے ثبات میں جنبش تک پیدا نہ کر سکیں۔

یہ محدثانہ شان ہے کہ اس راہ میں حق و صداقت، امانت و دیانت کا اعلیٰ معیار محدثین نے قائم کیا، چاہے جرح و تعدیل کی زد میں کوئی بھی آئے۔

علی بن المدینی (متوفی 234ھ) دنیائے حدیث کا ایک اونچا نام ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام بخاری رحمہما اللہ وغیرہ کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا ہے، ان کے والد بھی محدث تھے، جب کسی نے ان سے والد کے متعلق دریافت کیا کہ رجال حدیث میں ان کا مرتبہ کیا ہے، تو کہا:

” یہ حدیث اور امانت کا تقاضہ ہے، میرے والد اس قافلہ میں ضعیف متصور ہوں گے! کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے شخصی عمل اور حسن اخلاق کی صفات کافی نہیں، یہ باب مزید اوصاف کا متقاضی ہے۔“

کچھ معاصر اہل علم کی شہادت شیخ الالبانی کے متعلق پڑھ لیجیے:

علامہ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ مفتی عام سعودی عرب و صدر سپریم کونسل آف سینئر علماء: میں شیخ البانی کو عرصہ سے جانتا ہوں، وہ بہترین علماء میں سے ہیں، جنہوں نے اپنی زندگی حدیث اور سنت کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے، وہ لائق احترام اور قابل توجہ ہیں، ان کی کتابوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ میں خود ان سے مستفید ہوتا ہوں، میرے علم کے مطابق حدیث کے شعبہ میں اس وقت ان کا کوئی ہمسر نہیں، تاہم وہ ایک انسان ہیں، جیسے دیگر علماء بشر ہیں، اس سے بھی خطا و نسیان ممکن ہے، حدیث پر حکم لگانے تصحیح اور تضعیف میں کبھی غلطی کا امکان ہے۔

علامہ الشیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں:

” الشیخ الالبانی اہل سنت کے گرانقدر علماء میں شمار ہوتے ہیں، وہ حدیث میں درجہ امامت پر فائز ہیں۔ دور حاضر میں ان کی برابری کرنے والا کسی دوسرے کو میں نہیں جانتا۔

علامہ الشیخ عبد المحسن بن حمد العباد سابق وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ:

وہ ایک بڑے عالم اور مشہور محدث تھے، جن کی قابل قدر خدمات ہیں، احادیث کی تحقیق اور اسناد پر حکم لگانے میں انہیں زبردست ملکہ حاصل ہے، کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا، ان کی تصنیفات میں خیر کثیر ہے۔ اگرچہ کہ شیخ محترم سے کچھ فروگزاشت بھی ہوئی لیکن خیر و برکت کے علمی سمندر میں چند غلطیوں کی اہمیت نہیں، وہ ان تسامحات میں بھی اجتہادی اجر کے مستحق ہی ہوں گے۔

یاد رہے کہ شیخ العباد نے بعض آراء میں شیخ البانی کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے گفتگو بھی کی، لیکن بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود موصوف کے ساتھ عقیدت و محبت اور اعتراف حقیقت کا اظہار علماء ربانی کی شان اور عظمت کا مظہر ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ معتبر اہل علم کی لغزشوں کے متعلق فرماتے ہیں:

”علمی باریکیوں اور مسائل کی پیچیدگیوں میں فرو گزاشت قابل معافی ہے، ورنہ قابل معافی نہ ہوتیں تو امت کے بیشتر علماء ہی ہلاک ہو جائیں کیونکہ ہر مجتہد اور عالم سے علمی لغزشیں اور غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔“

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص شریعت کا علم رکھتا ہو اور حالات سے باخبر ہو وہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ ہر مشہور عالم اور جس کی خدمات بھی قابل قدر ہوں اس سے بھی بھول چوک اور غلطیوں کا صادر ہونا

یقینی ہے ، لیکن ان غلطیوں میں وہ قابل معافی بلکہ اپنے اجتہاد میں باعث اجر ہی ہو گا، اس کی ان غلطیوں میں پیروی نہیں کی جائے گی لیکن ان تسامحات کے باعث اس کا نہ مقام گھٹے گا اور نہ ہی لوگوں سے اس کی عقیدت کم کرنے یا ان کے خلاف بد ظن کرنے کی کوشش درست ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ الالبانی کو حدیثوں کی تحقیق و تخریج میں جو ملکہ عطا فرمایا، ان کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، حالانکہ ایک زمانہ میں بعض علماء نے تو یہ رائے تک دی تھی کہ اسانید احادیث پر حکم لگانے تصحیح و تضعیف کے باب کو بند کر دیا جائے۔ متاخرین کے لیے بہتر ہے کہ متقدمین کے فیصلوں کو ہی قبول کر لیا کریں، جس حدیث پر جو حکم لگا دیا گیا اسی پر اکتفاء کیا جائے جیسے علامہ حافظ ابن الصلاح (متوفیٰ 643ھ) کی رائے تھی، لیکن علم و تحقیق کے باب میں یہ رائے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، اسی لیے ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بھی احادیث کی جانچ کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات اور احادیث پر ان کی جانب سے لگایا جانے والا حکم ان کی تصنیفات کے مطالعہ سے طالب علم جان سکتا ہے۔ اسی طرح امام نووی (متوفیٰ 676ھ) نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ احادیث کی ایک قسم ضعیف ہے لیکن بعض اسانید میں پایا جانے والا ضعف یا علت کسی دوسری سند جو کہ خود بھی ضعف سے خالی نہیں، لیکن اس میں علت مختلف ہو گی، ایسی اسانید کو متابعات اور شواہد میں بعض شرائط کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے، گویا ایک عنوان کی چند احادیث ایک دوسرے کی تقویت کا سبب بن سکتی ہیں، بعض متقدمین نے کسی حدیث کو ایک سند کی بنیاد پر ضعیف قرار دیا، ان کے سامنے اس عنوان کی دوسری روایات نہیں تھیں۔

بعد میں آنے والوں نے متابعات کی بنیاد پر ان روایات کو قابل قبول قرار دیا کیونکہ متقدمین کی علت متاخرین کی کوششوں سے دور ہو گئی۔

پروفیسر ضیاء الرحمن اعظمی نے مختلف احادیث کو مذکورہ اصول پر حسن لغیرہ ضعیف سے ایک درجہ بلند قرار دیا۔ علامہ البانی نے ٹھوس شواہد کی بنیاد پر ایسا ہی حکم لگایا، شیخ موصوف اس مسئلہ میں تقلید اور تعصب سے بہت بلند تھے ،بعض مشاہیر کی تحقیق کا دائرہ مخصوص مسلک کی تقویت کے گرد گھومتا دکھائی دیتا ہے، حالانکہ تحقیق کی جولان ان تنگنائیوں سے بہت وسیع ہے ، لیکن تقلید و تعصب کے دائروں میں پھنسے احباب نے احادیث کو اپنے مسلک میں محصور کر کے پڑھنے پڑھانے کی نامسعود کوشش کی، گویا کسی امام کی رائے فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر فوقیت رکھتی ہے ، اس نظریہ کے حاملین کو محدثانہ مساعی کبھی راس نہ آئی، ہندوپاک کی کئی درسگاہوں میں آج بھی دورہ حدیث کا رواج ہے۔

جہاں حدیث کی تفہیم اور تشریح سے زیادہ بطور تبرک دورہ کیا جاتا ہے ،اگر حدیث مخصوص فقہی فریم کے مطابق ہو گی قبول کرلی جائے گی ورنہ وہ معیار سند کے اعتبار سے کتنی ہی عالی کیوں نہ ہو اس کو یا تو رد کر دیا جائے گا یا بے سروپا تاویلات کا سہارا لیا جائے گا۔ یوں عملی اعتبار سے اصل دین فقیہہ کی رائے ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت ثانوی ہے۔ جبکہ مشہور ائمہ اور فقہاء رحمہم اللہ نے اس طرز فکر کو سخت ناپسند کیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اس کی تصدیق کی کہ یہ حدیث درست ہے۔ سائل نے پھر پوچھا کہ آپ کی اپنی رائے یا فتوی کیا ہے، اس بارہ میں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوتے ہوئے فرمایا: کیا تم نے مجھے غیر مسلم ،ذمی سمجھ لیا، یا مجھے کسی کنیسا سے نکلتے ہوئے دیکھا کہ کسی حدیث کے متعلق تصدیق کروں کہ یہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خود اس کے خلاف رائے دوں۔ پھر حسرت سے فرمایا :

"کس آسمان کا حصہ مجھ پر سایہ فگن ہو گا یا زمین میرا بوجھ اٹھاپائے گی۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بیان کروں اور خود اس کے مطابق فتوی نہ دوں!!!"

کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہمارے علماء امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کو حرز جان بنالیں۔ اسی لیے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب و سنت کی اہمیت کے ساتھ منہج سلف کو اختیار کرنے پر زیادہ زور دیا۔ کیونکہ منہج سلف کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں کتاب و سنت کے نام پر فکری انتشار اور انارکی کا خدشہ ہو سکتا ہے، یوں فکر و نظر کے زاویوں کی سمت درست فرمائی کہ فہم دین کی بنیاد قرآن و سنت ہو، منہج سلف کے مطابق۔

یہاں اپنی تحقیق اور رائے۔ اصل معیار نہیں بلکہ حق و صداقت کی دریافت اور عمل اصل مطلوب ہے، اسی پر علامہ موصوف نے عمل کیا اور اپنے شاگردوں کو تلقین کی کہ حق جب بھی واضح ہو، قبول کرنے میں تردد نہ کرو، کیونکہ راہ حق میں جمود اور ٹھہراؤ نہیں ، ہر گام آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ خطاء سے صواب، صحیح سے اصح، مفضول سے افضل کی جانب بڑھنا چاہئے ، شیخ نے متعدد تحریری اور صوتی پیغامات میں دہرایا کہ ہم کسی غلطی پر اصرار کرنے کے قائل نہیں، جب بھی کسی فروگزاشت کے بارے میں آگاہی ہو ہم فوراً حق اور سچائی کو قبول کریں گے اور اس پر عمل کیا۔ انہیں اپنی تحقیق پر اعتماد ضرور تھا۔ لیکن بشری تقاضوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ کوئی اگر علمی اسلوب میں کسی کوتاہی کی طرف نشاندھی کرتا تو نہ صرف قبول کرتے بلکہ بسا اوقات اس کے

نام کا اعلان کر کے شکریہ بھی ادا کرتے۔ علامہ موصوف کی تصنیفات صفۃ صلاۃ النبی ﷺ کتاب الجنائز، آداب الزفاف، سلسلۃ الأحادیث الضعیفہ وغیرہ وغیرہ میں اس کی مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ شیخ کہا کرتے کہ ہمارا طرز عمل اسلاف کے مطابق ہونا چاہیے کہ سوچ سمجھ کر تحقیق و جستجو کے بعد ایک رائے اپنانے کے باوجود اس سے زیادہ مضبوط دلیل یا رائے سامنے آئے تو کبھی اپنی رائے پر اصرار نہ کریں، مشہور ائمہ اور فقہاء کا یہی انداز رہا ہے۔

فاضل گرامی ڈاکٹر وصی اللہ پروفیسر ام القری مکہ مکرمہ یونیورسٹی و مدرس حرم نے شیخ البانی رحمہ اللہ کی علمی تحقیق اور صداقت کے آگے تواضع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض مسائل میں شیخ کی رائے سے ڈاکٹر صاحب کی رائے مختلف تھی، ڈاکٹر صاحب نے دائرہ ادب میں رہتے ہوئے، شیخ موصوف سے اس کا ذکر کچھ اس اسلوب میں کیا کہ اس مسئلہ میں میرا یہ شبہ ہے یعنی ڈاکٹر صاحب نے اپنے دلائل مذکورہ مسئلہ میں پیش کر کے کہا کہ ان دلائل کی روشنی میں کچھ اشکال ہے، شیخ البانی ڈاکٹر صاحب کی بات غور سے سنتے رہے، جواب سے پہلے مسکراتے ہوئے کہا کہ آپ کا اسلوب اور ادب مجھے پسند آیا۔ اپنے دلائل بھی پیش کر رہے ہیں اور اختلاف کے آداب بھی، پھر شیخ نے مناقشہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کے کچھ دلائل تسلیم کئے اور کچھ کے بارہ اپنے ہی موقف کو مضبوط اور درست ثابت کیا۔

شیخ اسحاق الحوینی مصر کے مشہور عالم ہیں۔ انہوں نے شیخ البانی کے بارہ میں اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ موصوف سے ملاقات کی غرض سے میں اردن گیا، مجھے شیخ محترم کے ساتھ نماز ادا کرنے کا موقع ملا، شیخ نے نماز کے بعد میرے کسی عمل کے متعلق پہلے استفسار فرمایا کہ آپ نے یہ کہیں پڑھا ہے یا آپ کی تحقیق ہے، میں نے جب جواب دیا کہ یہ میرا فہم ہے، تو شیخ محترم نے اس کی تصحیح فرمائی۔

شیخ الحوینی حیرت زدہ تھے کہ اتنے بڑے عالم دین خود ہی اصلاح کرنے سے پہلے مجھ سے استفسار فرما رہے ہیں، جبکہ ہمارے ہاں بہت کم علم رکھنے والے بھی بڑے بڑوں پر یلغار کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔

رجوع الی الحق کی مثالیں مشہور ائمہ اور فقہاء کے فتاوی میں بکثرت دیکھی جاسکتی ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی کتنی آراء ہیں جن سے امام موصوف کے شاگردوں نے اختلاف کیا، خود امام صاحب نے بعض فتاوی اور آراء سے رجوع کیا۔

امام مالک رحمہ اللہ تاکید کیا کرتے:

كل منا يؤخذ ويرد إلا صاحب هذا القبر

"رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی شخصیت ایسی نہیں، جس کی ہر بات کلام آخر ہو۔"

امام شافعی رحمہ اللہ نے کتنے فتاوی سے رجوع کیا، مذہب قدیم اور مذہب جدید ایک اصطلاح ہی متعارف ہو گئی۔

امام احمد بن حنبل کے فتاوی میں قول قدیم اور قول جدید عام ہے، رحمہم اللہ جمیعاً

لیکن برا ہو مسلکی تعصب کا اور تقلید جامد کا علمائے حدیث کی مساعی جمیلہ اور رجوع الی الحق کے جذبہ صادق کو کچھ لوگوں نے کمزوری اور کم علمی پر محمول کیا، اگر حق اور صواب کی طرف رجوع کمزوری ہے تو فقہاء عظام اور کبار علماء کمزور اور ناقابل اعتبار قرار پائیں گے، اس عمل کو امت ان بزرگوں کے تقوی اور للّٰہیت شمار کرتی ہے، مذکورہ فقہاء کے اسماء گرامی پر ایک بار پھر نظر ڈال لیجئے اور شیخ البانی رحمہ اللہ کے بعض مسائل اور حکم حدیث پر تبدیلی کو کم علمی کا طعنہ دینے والے غور کریں، کہیں ایسا تو نہیں:

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں تھی

کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ جب شیخ البانی نے عمل بالحدیث اور احیاء سنت اور تخریج کا عظیم الشان منصوبہ بنایا تو مشہور علماء اور فقہاء کے فیصلوں کو نظر انداز کر کے اپنی ایک دیوار کھڑی کی، یہ طعنہ وہی دے سکتا ہے جس نے ان کی کتابوں اور خصوصاً حکم حدیث پر ان کی تحقیق کا مطالعہ ہی نہ کیا ہو یا پھر تعصب کی عینک کے ساتھ ہی پڑھا ہو گا، ورنہ اپنی تحقیق میں جگہ جگہ علماء ثقات کا حوالہ دیتے ہوئے ان کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ البتہ تحقیق کی راہ تقلید سے جدا ہے، وہاں "خطائے بزرگان گرفتن خطا است" پر عمل ہوتا ہے یا ہر وہ حدیث جو فرمانِ امام کے خلاف ہو اسے ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا جائے یا اس کی تاویل کی جائے کے فرمودہ پر، لیکن تحقیق اور حق پسندی، طرز صحابہ اور منہج اسلاف اس سے مختلف ہے، یہاں حق آشکارا ہوتے ہی بلا چوں وچرا سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے، شیخ موصوف نے اس اسلوب کو جس توازن اور اعتدال کے ساتھ پیش کیا، اس کا نمونہ ان کی تحقیقات میں جگہ جگہ دیکھا جاسکتا ہے۔

اس کے باوجود علامہ البانی بشر تھے ان سے تسامحات کا صدور ممکن ہے، تحقیق و تخریج کا باب نہایت ہی نازک ہے کوئی اس وادی پر خار سے گزرے اور اس کا دامن کہیں نہ الجھے یہ محال ہے، شیخ محترم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور بعض مسائل میں کچھ شذوذ بھی سامنے آئے ہوں گے، لیکن جیسے علامہ العباد نے کہا: خیر و برکت کے سمندر کو چند لغزشیں متاثر نہیں کرتیں، بلکہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق مجتہد ہر لحاظ سے اجر کا مستحق ہی قرار پاتا ہے۔

شیخ محترم نے جن کٹھن حالات میں زندگی کا بیشتر حصہ گزارا اور ان رکاوٹوں کے باوجود علمی سفر جاری رکھا،

اس سے اسلاف کی یادیں تازہ ہوتی ہیں ، علامہ موصوف کے ایک شاگرد عزیز الشیخ مشہور بن حسن آل سلمان نے شیخ کے ساتھ پیش آیا ذاتی واقعہ سنایا، دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجئے، وہ ہمارے لیے چشم کشا ہے۔

شیخ محترم کے مسودات کی ترتیب و تبییض میں وہ تعاون کیا کرتے تھے ، پریس میں بھیجنے سے قبل ، چونکہ شیخ دمشق میں اپنی مرمت سازی کی دوکان پر بقدر کفاف ہی وقت دیا کرتے ، زیادہ وقت کتابوں میں گزارتے۔

اس لیے ابتدائی معاشی حالت ایسے ہی تھی، شیخ محترم نے سلسلۃ الاحادیث کی پانچویں جلد کا مسودہ ان کے حوالہ کیا کہ اسے مرتب کردیں، وہ کہتے ہیں کہ مسودہ کا بیگ کھولا، تو خود پر یقین نہیں آیا جو کچھ دیکھا، لائق شاگرد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو چھلک پڑے، اس عظیم کتاب کو جس کا علمی دنیا بے چینی سے انتظار کررہی ہے، جن اوراق پر لکھا گیا تھا، وہ عموماً اناج اور غلہ فروخت کرنے والے اشیاء پیک کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ لوگ گھر لاتے ہی مطلوبہ اشیاء لے کر کاغذات کوڑے دان کی نذر کرتے ہیں۔

حدیث کی اہم ترین کتاب شیخ موصوف نے ان ردی کے کاغذات پر تحریر فرمائے تھے ، شیخ نے وفادار شاگرد کو حوصلہ دیا کہ اس وقت مناسب کاغذ حاصل کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ میں نے اس کو عذر نہیں بنایا اور ان ذیلی باتوں پر وقت ضائع کئے بغیر یہ حل نکالا، الحمدللہ کام تو مکمل ہو گیا، اس مسودہ کو ٹائپ کر کے پریس میں بھیج دیا جائے گا: اس کے ساتھ ہی اس کاغذ کی اہمیت بھی ختم ہو جائے گی۔

شیخ محترم کی صلاحیتوں کا بتدریج دنیا کو علم ہوا، مدینہ منورہ میں قائم ہونے والی اسلامی یونیورسٹی میں بحیثیت استاذ حدیث آپ کی خدمات حاصل کی گئیں، وہاں آپ نے تین سال خدمات انجام دیں نہایت خوشگوار یادیں چھوڑیں۔ شاید یہی سبب تھا کہ بعد میں بھی وہاں آپ کا آنا جانا رہا شیخ محترم نے اپنی ذاتی لائبریری اسی یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری کے لیے وقف کی، جو آپ کی وفات کے بعد وصیت کے مطابق مدینہ منورہ پہنچادی گئی۔ علامہ کی عظیم خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے 1419ھ بمطابق 1999ء کا فیصل ایوارڈ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا ، ان کی تصنیفات کے زندگی ہی میں متعدد ایڈیشن قانونی طور پر شائع ہوئے، اور بلا علم و اجازت یا غیر قانونی جو کتابیں شائع ہوئیں وہ تو اللہ ہی جانتا ہے، جہاں لوگوں نے علمی استفادہ کیا، وہیں تاجروں نے شیخ محترم کے نام پر مادی فائدہ حاصل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

بالآخر 2/ اکتوبر 1999ء عصر بعد تقریباً نوے (90) برس کی عمر پا کر علم و عمل کا یہ سورج اردن میں غروب ہو گیا اور اسی دن عشاء کے بعد تدفین عمل میں آئی۔

پس ماندگان نے ضروری سمجھا کہ جس شخص کی زندگی احیاء سنت اور عمل بالحدیث کی دعوت میں گزری ہو، مرنے کے بعد اس میں کوئی کوتاہی نہ ہونے پائے ، چونکہ تدفین میں عجلت مسنون ہے، لہٰذا اس کی پرواہ کئے بغیر کہ عقیدتمندوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اور اگر تاخیر کی جائے تو قرب وجوار سے ہزارہا لوگ شریک جنازہ ہوسکتے ہیں۔ لیکن موت کے چند ہی گھنٹوں بعد وصیت کے مطابق صلاۃ الجنازہ اور تدفین عمل میں آئی، جس نے اتباع سنت کی دعوت کو اپنا مشن بنائے رکھا، اس پاک طینت صالح بزرگ کی موت بھی دنیا کو ایک پیغام دے گئی۔

اللہ کریم ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کی کاوشوں کو صدقہ جاریہ بنادے۔

شیخ محترم اپنے پیچھے کروڑوں عقیدت مند اور علمی سرمایہ کے انمٹ نقوش چھوڑے۔ مختلف ممالک میں احیاء سنت کی شمع چلائی، برطانیہ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، سن 1974ء میں مدینہ منورہ یونیورسٹی کا ایک وفد علامہ موصوف کی اور الشیخ عبد الوہاب البنا کی سرکردگی اور کچھ طلبہ کے ساتھ برطانیہ خصوصاً برمنگھم کا سفر کیا، اس وقت شیخ یونیورسٹی کے اسٹاف میں نہیں تھے لیکن وفد میں شامل کر لیا گیا تھا، مختلف علاقوں کی وزٹ کے بعد شیخ نے محسوس کیا کہ ظلمت کدہ، یورپ میں بھی توحید وسنت کا چراغ جلانا چاہیے، علامہ موصوف کی ہی تحریک پر یہاں یہ سلسلہ شروع ہوا، جو بعد میں الحمدللہ تناور درخت بن گیا۔

اس کے سایہ میں یورپ کے کئی علاقے چھاؤں حاصل کررہے ہیں، نہ جانے دنیا میں کتنے مقامات شیخ محترم کی کوششوں سے روشن ہوئے۔ یہ ایک مستقل عنوان ہے کہ شیخ محترم کی کوششوں کا عالم سلام پر اثر۔

شیخ محترم مسائل میں اعتدال پر اتنا زور دیتے کہ موصوف کے خاص معتقدین بھی کبھی شکوہ کرتے نظر آئے، شیخ کے ہاں اسبال کا تعلق صرف کپڑوں کے ساتھ مخصوص نہیں کہ ٹخنوں سے اوپر ہو وہ ایک علامت ہے، ورنہ اور مسائل بودوباش، وضع قطع بہت سی چیزوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کہ ہر چیز میں اعتدال اور توازن مطلوب ومحبوب ہے۔

اللّٰھُمَّ اغفر له وارحمه

☆☆☆

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے اور انہیں ایسا؛ روشنی بھرا، علم حق اور سلامتی کا راستہ، دیکھلاتا ہے جو حق پر چلنے کی فکر میں ہمیشہ کمربستہ و سرگرداں رہتے ہیں!

اور جو لوگ کفر پر چلنے کا فیصلہ کر بیٹھتے ہیں وہ ایسی اندھیری راہوں پر چلتے رہتے ہیں کہ جنہیں کبھی بھی سکون وراحت والی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ فطرت سے بغاوت کرکے آدمی کبھی بھی سرخروئی پا نہیں سکتا۔

یہ حقیقت بھی ہر ایک آدمی کے سامنے رہنی چاہیے کہ انسان کے لیے علم کی بہت بڑی اہمیت ہے یہ علم ہی ہے جس کی بنا پر آدمی کو صاف صاف نظر آتا ہے کہ وہ کون ہے اور اس کا آقا ومالک اور رب تعالیٰ کون ہے۔

نبی ﷺ پر جب قرآن حکیم کا نزول ہوا تو سب سے پہلے پڑھنے اور علم کی بات ارشاد فرمائی گئی، اس طرح اب قیامت تک کے لیے آدمی کو سیدھی راہ پر چلنا مقصود ہو تو اللہ نے جو علم نبی کریم ﷺ کے ذریعہ عطا فرمایا ہے جس کی تعلیم نبی ﷺ نے اپنی امت کو دی ہے اسی کے سہارے آدمی اپنے مقصد حیات اور کائنات کی حقیقت کو جان کر سلامتی کی راہ پر چلتا ہے۔

(سورۃ البقرہ:257)

”جو لوگ ایمان لاتے ہیں، ان کا حامی ومددگار اللہ ہے اور وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں، ان کے حامی ومددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں، یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

”اندھیرے سے اُجالے کی طرف“

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی رضامندی کے طلبگار کو وہ سلامتی کی راہنمائی کرتا ہے اور شک وشبہ کے کفر وشک کے اندھیروں سے نکال کر نور حق کی صاف روشنی میں لاکھڑا کرتا ہے، کفار کے ولی شیاطین ہیں جو جہالت وضلالت کو کفر وشرک کو مزین کرکے انہیں ایمان سے اور توحید سے روکتے ہیں اور یوں نور حق سے ہٹا کر ناحق کے اندھیروں میں جھونک دیتے ہیں، یہی کافر ہیں اور ہمیشہ یہ دوزخ میں ہی پڑے رہیں گے، لفظ نور کو واحد لانا اور ظلمات کو جمع لانا اس لئے ہے کہ حق اور ایمان اور سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی کئی قسمیں ہیں، کافروں کی بہت سی شاخیں ہیں جو سب کی سب باطل اور ناحق ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ﴾ (سورۃ الانعام: 153)

”میری سیدھی راہ یہی ہے تم اسی کی تابعداری کرو اور راستوں پر نہ چلو ورنہ اس راہ سے بھٹک جاؤ گے۔“

یہ وصیت تمہیں تمہارے بچاؤ کیلئے کر دی اور جگہ ہے:

﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾(سورۃ الانعام)

اور بھی اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حق ایک ہی ہے، اور باطل میں تفرق وانتشار ہے۔

سیدنا ایوب بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل ہوا یا اہل فتنہ کھڑے کئے جائیں گے جس کی چاہت صرف ایمان ہی کی ہو وہ تو روشن صاف اور نورانی ہوگا اور جس کی خواہش کفر کی ہو وہ سیاہ اور اندھیروں والا ہوگا، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ آیت 257)

مولانا مودودیؒ طاغوت کی آسان و دلنشین تشریح فرمائی؛ وہ لکھتے ہے کہ

’طاغوت‘ یہاں طواغیت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، یعنی خدا سے منہ موڑ کر انسان ایک ہی طاغوت کے چنگل میں نہیں پھنستا، بلکہ بہت سے طواغیت اس پر مسلط ہو جاتے ہیں۔

ایک طاغوت شیطان ہے، جو اسکے سامنے نت نئی جھوٹی ترغیبات کا سدا بہار سبز باغ پیش کرتا ہے۔ دوسرا طاغوت آدمی کا اپنا نفس ہے، جو اسے جذبات وخواہشات کا غلام بناکر زندگی کے تیڑھے سیدھے راستوں پر کھینچے کھینچے لیے پھرتا ہے۔

اور بے شمار طاغوت باہر کی دنیا میں پھیلے ہوے ہیں۔ بیوی اور بچے، اعزہ اور اقربا، برادری وخاندان، دوست اور آشنا، سوسائٹی اور قوم، پیشوا اور رہنما، حکومت اور حکام، یہ سب اس کے لیے طاغوت ہی طاغوت ہوتے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنے اغراض کی بندگی کراتا ہے اور بے شمار آقاؤں کا یہ غلام ساری عمر اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے کہ کس آقا کو خوش کرے اور کس کی ناراضی سے بچے۔

(تفہیم القرآن سورہ بقرہ آیت 257 حاشیہ 288)

آج ہماری نوجوان نسل ہر طرف طاغوت کے نرغے میں جکڑی ہوئی پائی جارہی ہے، ان کی زندگی کے ہر پہلو تاریک نظر آرہے ہیں، لڑکیاں ہو یا لڑکے یہ

اپنے مقصد حیات سے الاماشاء اللہ بالکل کورے معلوم ہورہے ہیں؛ بے روک ٹوک شب وروز بے حیائی وبے حجابی عام طور پر نظر آرہی ہے، وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف کا درس دیے جانے والے مقامات پر بھی الاماشاء اللہ شرعی پردہ کا اہتمام اور خیال کچھ کم ہی رکھا جا رہا ہے، شادی بیاہ کے موقع پر عورتوں ومردوں میں محرم وغیر محرم کی تمیز ختم ہوتے جارہی ہے!!!

علم اور حقیقت سے بے نیاز نوجوان اپنی لاقیمت جوانی کو مختلف قسم کی نشہ خوری وشراب نوشی کی لعنت میں مبتلا ہوکر؛ ہلاکت کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔

'علم دین' و'علم نافع' سے اچھی طرح واقف نہ کروانے کی وجہ سے ہماری نسل نو ایمان کی قدر ومنزلت سے واقف نہیں، جوانی کی دیوانگی نے اس بات کا ہوش ان سے چھین لیا کہ کلمہ طیبہ اور ایمان کی حقیقت کیا ہے، رسالت نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کتنی اہمیت ہے، جس کے بغیر آدمی اندھیری راہوں سے باہر نکل ہی نہیں سکتا۔

ہماری لڑکیوں میں ارتداد کی لعنت زور پکڑ رہی ہے، اس کی ساری ذمہ داری گھر کے قوام کی ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کی دینی اخلاقی و روحانی تربیت پر توجہ نہیں دی۔

اللہ تعالی نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپکو اور اپنی (اولاد) اہل عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔"

آیت کریمہ ہمیں یہ سبق دے رہی ہے کہ پہلے ہم خود اپنی زندگیوں میں اندھیروں اور بداعمالیوں سے نکلنے کی جدوجہد کریں تاکہ پہلے اپنے شب وروز روشن ہوجائیں اور ساتھ ساتھ اپنے بچوں کی تربیت کریں، اگر گھر کا بڑا دین پر چلے گا نماز پنجگانہ پابندی سے پڑھے گا، جھوٹ دھوکا دہی رشوت خوری سے اجتناب کرے گا اور قول وفعل میں یکسانیت رکھے گا تو اولاد بھی اسی روش پر چلنے کی طرف آگے بڑھے گی۔

اور اسی طرح اگر گھر کی ذمہ دار عورت ماں کی شکل میں ایک بہترین نورانی ماحول و معاشرہ بنانے کا اہم رول ادا کرسکتی ہے، اگر وہ اپنے رات دن خدا ترسی میں گزارے، نمازوں اور دیگر فرائض کی پابندی کرے، حجاب کو اپنے اوپر لازم کرلے، لوگوں کی غیبت سے اجتناب کرے، اپنے گھر کو ایک دین دار گھر کی حیثیت سے چلانے کی پوری کوشش کرے تو یقیناً اس کے اچھے اثرات گھر کی بیٹیوں اور بہوؤں اور دیگر رشتہ دار خواتین پر پڑتے ہیں۔

اس طرح اندھیروں سے اجالے کی طرف کا سفر پہلے اپنے گھر اور اپنی ذات سے ہوتا ہے۔

خاص طور پر گھر کے بڑوں سے اپنے ماتحتوں کے بارے میں پوچھ ہونے والی ہے۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے، فرمایا:

«كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته»

(صحیح بخاری 2409)

"ہر ایک بڑے وذمہ دار سے یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے نیچے والوں کا کہاں تک خیال رکھا؟ ان کی اخلاقی ودینی اور روحانی تربیت کے لیے کس طرح کی کوششیں کی؟ انہیں لقمہ حرام سے بچانے کے کیا کچھ جتن کیے؟"

یہ اور اس طرح کے سوالات ہیں کل روز قیامت اللہ تعالی سب سے کرے گا!!!

ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے نونہالوں کی حفاظت کرنے اور انہیں تاریکیوں میں ڈوبنے سے بچائے رکھنے، اچھی تعلیم کا بندوبست کریں خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیوں پر شفقت بھری کڑی نگاہ رکھیں اور انہیں دینی حلقوں وماحول سے جوڑدیں اور روز کی اساس پر یا ہفتہ میں ایک بار قرآن وحدیث کا درس اور صحابہ رضی اللہ عنہم وصحابیات رضی اللہ عنہن کے واقعات اور تاریخ اسلام پر مشتمل گھریلو اجتماعات کرنے کا اہتمام ضرور کریں۔

یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ!!!

نوع انسانی پر جب اندھیرا چھا جاتا ہے
تب انکے دونوں جہاں منفعت سے
خالی سمجھو!!!

☆☆☆

سعودی استاذ شیخ عادل فیصل عمر الہندی کا انتقال

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب کے بہنوئی شیخ عادل فیصل عمر الہندی سعودی نیشنل مقیم منیٰ کعبۃ اللہ کے جوار میں 70 سال کی عمر میں علالت کے بعد اللہ کے ہاں چلے گئے۔ خانہ کعبہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت المعلیٰ میں تدفین عمل میں آئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم وزارۃ التربیۃ والتعلیم کے ملازم تھے، جدہ اور مکہ مکرمہ میں ہزاروں کی تعداد میں ان کے شاگرد ہیں۔ وہ مساجد ومدارس کے معاون تھے، اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ پسماندگان میں بیوہ، 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں سوگوار ہیں۔

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب کے برادران، ہمشیرگان اور اعزہ واقارب اور دوست واحباب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا ہے کہ اللہ کریم مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشوں کو درگزر فرمائے۔ ان کی اولاد اور ان کے تلامذہ کو صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین یارب العالمین

بار دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کرکے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

☆☆☆

ہر طرح کی حمد وثنا اللہ ہی کے لیے ہے، اسی نے اپنے دین کو رحمت، وحدت اور اجتماعیت کا دین بنایا ہے، پھر نجات اسی کے لیے مختص کی ہے جو شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرے اور فرمان بردار بنے۔ اسی نے مسلمانوں کو وحدت، اس کے دین کو مضبوطی سے تھامنے اور اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا، انہیں اختلاف، تفرقہ بازی اور جھگڑوں سے منع فرمایا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ ﷺ نے پیغام پہنچایا، امانت ادا کی، امت کو نصیحت کی، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ وہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللہ آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل اور ان کے صحابہ پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان لوگوں پر بھی نازل فرمائے جو قیامت تک احسان کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔

بعد ازاں!

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ یہی دنیا اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔" (سورۃ آل عمران:102)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:70-71)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو، وہ تمہارے اعمال کو سنوار دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو بے شک اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔"

اے لوگو! حکمرانی ایک ایسا اصول ہے جس پر ہماری ملتِ محمدیہ کی بنیادیں قائم ہوتی ہیں، جس کے ذریعے امت کے مفادات منظم ہوتے ہیں، اور شرعی احکام کی تعمیل ہوتی ہے۔ اللہ نے ہر امت کے لیے ایک امام مقرر کیا ہے جسے ریاست کے انتظامات سونپے ہیں، جس پر لوگوں کے معاملات چلانے کی ذمہ داری ڈالی ہے، پھر اس پر عدل واجب کیا ہے، اور اس کی بات سننا اور فرمان برداری کرنا رعایا پر لازم کیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (سورۃ النساء:59)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر (حکام) کی اطاعت کرو۔ پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔"

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر ہمیں انتہائی شاندار نصیحت کی جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ، یہ تو الوداعی نصیحت معلوم ہوتی ہے، ہمیں کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أُوصِيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، فإنه من يعِش منكم بعد يرى اختلافًا كثيرًا، فعليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين، عضُوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومُحدثات الأمور، فإن كل مُحدثةٍ بِدعَة، وإن كل بِدعةٍ ضلالة» (مسند أحمد: 17142، جامع ترمذی: 2676).

"میں تمہیں اللہ سے ڈرنے، حکمران کی بات سننے اور اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ تم میں سے جو بھی میرے بعد زندہ رہے گا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تم میری سنت اور ہدایت یافتہ، راست باز خلفاء کی سنت پر قائم رہنا، اسے مضبوطی سے تھام لینا۔ نئے امور سے بچنا، کیونکہ ہر نئی عبادت بدعت ہوتی ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

اے اللہ کے بندو! مخلوق میں اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے حالات درست نہیں ہو سکتے، نہ ان کی زندگی سدھر سکتی ہے جب تک کہ ان کے درمیان ایسا حکمران موجود نہ ہو جو ان کے معاملات چلائے، ان کے امور کو منظم کرے، اور ان کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اسی سے عزتیں محفوظ رہتی ہیں، خون ریزی

کی حرمت بر قرار رہتی ہے، حدود قائم ہوتی ہیں، دین کی حفاظت ہوتی ہے، وہ ان میں عدل قائم کرتا ہے، ظلم کو دور کرتا ہے، اس کی موجودگی میں خوف زدہ شخص امن پاتا ہے، کمزور کو قوت ملتی ہے، ظالم رک جاتا ہے، وہ انارکی کو روکتا ہے، زمین کی حفاظت کرتا ہے، اور ان کو متحد کرتا ہے۔

إن الجماعةَ حبلُ الله فاعتصِمُوا منه بعُروتِه الوُثقَى لمن دانَا كم يدفعُ الله بالسلطان معضِلةً في دينِنا رحمةً منه ودُنيانا

”بے شک، جماعت اللہ کی رسی ہے، تو تم اس کی مضبوط کڑی کو تھام لو جو اس نے ان لوگوں کے لیے رکھی جو اس کا قرب چاہتے ہیں، کتنی مشکلات کو اللہ حکمران کے ذریعے دور فرماتا ہے، یہ ہمارے دین اور دنیادونوں کے لیے اس کی رحمت ہے۔“

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حکمرانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ رعایا کے حوالے سے ان پر عائد ہونے والی ذمہ داری کو ادا کریں اور عدل کے ساتھ حکمرانی کریں، اسی طرح رعایا کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کا حکم سنیں اور اطاعت کریں، جو کچھ بھی وہ انہیں حکم دیں یا جس چیز سے بھی وہ انہیں منع کریں، مانتے رہیں جب تک کہ وہ خالق کی نافرمانی کا نہ کہیں۔ ان کی اطاعت ہی میں دین اور دنیا کی بھلائی ہے، ان کی نافرمانی میں دین اور دنیا کا بگاڑ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر ﷠ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«السمعُ والطاعةُ على المرءِ المسلم فيما أحبَّ وكره ما لم يُؤمر بمعصية» (صحیح بخاری: 7144)

”ہر مسلمان پر حکمران کی بات سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے، چاہے وہ اسے پسند ہو یا ناپسند، جب تک کہ اسے نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔“

آگاہ رہو کہ حکمرانوں کے ساتھ رعایا کا ایک عہد اور بیعت ہوتی ہے جس کو توڑنے، نظر انداز کرنے، اس میں خیانت کرنے اور دغا دینے کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ تو اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچو، مسلمانوں کی اجتماعیت کو نہ توڑو، عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر ﷠ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«من خلَعَ يدًا من طاعَة لقيَ الله يوم القيامة لا حُجّة له، ومن ماتَ وليس في عنقِه بيعة ماتَ ميتةً جاهلية»

”جو شخص حکمران کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی، جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو، وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“ (صحیح مسلم: 1851)

میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شیطان مردود سے۔

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (سورۃ النحل: 91)

”اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کرو، قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو، حالانکہ تم نے اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو“

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن و سنت میں برکت عطا فرمائے، ان کی آیات اور حکمت بھری باتوں سے نفع پہنچائے۔ میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں، اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کرو، بے شک وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو واحد ہے، درود و سلام ہوں ختم النبیین پر، اور آپ ﷺ کی آل اور صحابہ پر۔

اللہ کے بندو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو ایک دین، ایک رسول، ایک کتاب، اور ایک قبلہ پر جمع کیا ہے، تمہیں وحدت اور اتفاق کا حکم دیا ہے، اختلاف اور تفرقے سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ (سورۃ آل عمران: 103)

”سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔“

وحدت اور اتحاد و اتفاق تبھی مکمل ہو سکتے ہیں جب حکمران کی بات سنی اور مانی جائے، دین کے احکام تبھی قائم ہو سکتے ہیں جب حکمران کی بات سنی اور مانی جائے، امن بھی تبھی مستحکم ہوگا اور عدل بھی تبھی قائم ہوگا جب امام کی بات سنی اور مانی جائے گی، عزتیں تبھی محفوظ ہوں گی اور حدود کی حفاظت تبھی ہوگی جب امام کی بات سنی اور مانی جائے گی، ظالم تبھی رکے گا اور مظلوم کی مدد تبھی ہوگی، کمزور کو طاقتور سے انصاف تبھی ملے گا جب امام کی بات سنی اور مانی جائے گی، امت تبھی ترقی کرے گی جب امام کی بات سنی اور مانی جائے گی۔

تو اللہ سے ڈرو اور اپنے اتحاد و اتفاق کی حفاظت کرو، اپنے حکمرانوں کی بات سنو اور مانو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ ناکام ہو جاؤ اور تمہاری طاقت چلی جائے، اپنے ملکوں اور امن کی فکر کرو، اور اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

اے لوگو! فرقہ بندی اور اختلاف قوموں اور

تہذیبوں کو تباہ کرنے کے بڑے مہلک وسائل ہیں، ماضی اور حال میں بڑی عبرت ہے، ان کے لیے جو سبق لیناچاہتے ہیں۔ فرقہ بندی اور اختلاف امت کے وجود کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں اور اس کے اتحاد کو کمزور کر دیتے ہیں۔ فرقہ بندی اور اختلاف انارکی کا راستہ، تباہی کا آلہ، فتنوں اور جنگوں کا ایندھن ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اختلاف اور فرقہ بندی سے منع فرمایا ہے، انہیں ناکامی اور کمزوری کے اسباب میں شمار کیا ہے، بلکہ انہیں عذاب کے اسباب میں بھی شمار کیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کروورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔“ (سورۃ الأنفال:46)

اسی طرح فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (سورۃ آل عمران:105)

”ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو تفرقے میں پڑ گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آ چکیں، اور انہی کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

دشمنوں کی طرف سے کی جانے والی سب سے بڑی جنگ اور فتنہ امت میں فتنہ اور اختلاف پیدا کرنا ہے، آگاہ رہو کہ ان کی مدد کرنا غداری، خیانت اور امانت کا ضیاع ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَن خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الجَمَاعَةَ فَمَاتَ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً، وَمَن قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ، يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ، أَوْ يَدْعُو إِلَى عَصَبَةٍ، أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً، فَقُتِلَ، فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ، وَمَنْ خَرَجَ عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا، وَلَا يَتَحَاشَى مِنْ مُؤْمِنِهَا، وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ، فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ» (صحیح مسلم:1848)

”جو شخص حکمران اطاعت چھوڑ دے اور جماعت سے علیحدہ ہو کر مر جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے، تعصب کی بنا پر غضبناک ہو جائے، تعصب کی طرف بلائے یا تعصب کی حمایت کرے اور اس کیلئے قتل ہو جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی، جو شخص میری امت پر حملہ کرے، اس کے نیک اور بد کو مارے، مؤمن کو بھی نہ چھوڑے اور کسی معاہد کے عہد کی پروا بھی نہ کرے، تو اس کا مجھ سے تعلق نہیں ہے۔“

اے اللہ! مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرما، انہیں ان کے وطنوں میں امن عطا فرما، ان کے شیر ازے کو جمع کر دے، ان کے کلمے کو حق پر متحد فرما، ان کے دلوں میں محبت پیدا فرما، ان کے آپس کے تعلقات کو درست کر دے۔ اے اللہ! انہیں ظاہر و باطن ہر قسم کے اختلاف اور فتنوں سے بچا، ان کے راستوں سے انارکی کے اسباب کو دور فرما اور انہیں امن و استحکام سے نواز دے۔ اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما، اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! ہماری دعائیں قبول فرما، بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے، ہم پر توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! محمد ﷺ اور ان کی آل اور تمام صحابہ پر درود و سلام نازل فرما۔

☆☆☆

مولانا حافظ محمد ادریس جنجوعہ وفات پاگئے

ایک ہی گھرانے میں خوشی اور غمی، شادی کے بعد گھر ماتم کدہ بن گیا۔ اللہ کریم جانے والوں کے ساتھ خیر کا معاملہ فرمائے اور باقی ماندہ لوگوں کو بعافیت سلامت رکھے آمین۔ سلوکے حافظ امجد جنجوعہ ڈڈلی کے آصف محمود زرگر جنجوعہ اور محمد عمر ڈڈلی کوٹلی گئے اور بھتیجے اور بھانجی سفیان شاہد جنجوعہ اور میمونہ امجد جنجوعہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ محمد عمر انکل کی زیر نگرانی یہ شادی انجام پائی۔ خطبۂ نکاح معروف خطیب و حافظ محمد ادریس جنجوعہ نے پڑھایا۔ جس میں بہت سے احباب واقارب شریک محفل تھے۔ سب نے زوجین اور ان کے والدین و اقرباء کو مبارکباد پیش کیں، پھر اچانک تیسرے دن مولانا حافظ محمد ادریس جنجوعہ اچانک وفات پا گئے۔ اناللہ واناالیہ راجعون۔

آزاد کشمیر اور پاکستان سے رشتہ داروں اور احباب وجماعتی لوگ شریک ہوئے۔ یہ کوٹلی کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ اللہ پاک انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ جو 55 سال کی عمر میں اچانک اللہ پاک سے جاملے۔ پسماندگان میں بیوی 5 فرزند اور ایک بیٹی سوگواروں میں شامل ہیں۔ مرحوم کے فرزند حافظ نعمان ادریس جنجوعہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ زاہد صراف جنجوعہ بھی شریک تھے۔ حافظ امجد کے ایک بھائی ساجد جنجوعہ سلو میں ہیں اور عابد محمود جنجوعہ حج بیت اللہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ سب نے مرحوم بہنوئی کے لئے دعائے مغفرت کی۔ جامع مسجد ڈڈلی میں مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی نے حافظ ادریس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔ ڈڈلی میں جنجوعہ برادری اور حاجی ذوالفقار قریشی، حاجی عبدالجبار قریشی، عبدالرحمن قریشی، مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا جمیل احمد عمری، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب اور بہت سے حضرات نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی ہے۔

سچ ہے کسی کا کند نگینہ پہ نام ہوتا ہے
کسی کی عمر کا لبریز جام ہوتا ہے

☆☆☆

فخر و تکبر کی بجائے عاجزی اختیار کرنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

«سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُخَيَّرُ فِيهِ الرَّجُلُ بَيْنَ الْعَجْزِ وَالْفُجُورِ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَخْتَرِ الْعَجْزَ عَلَى الْفُجُورِ.»

(مستدرك الحاكم: 8353، شعب الإيمان للبيهقي:7979)

”عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو عاجزی اور فخر و تکبر (میں سے ایک کو اپنانے) میں اختیار دیا جائے گا، سو جو اس زمانے میں موجود ہو اسے فخر و تکبر کی بجائے عاجزی کو اختیار کرنا چاہیے۔“

سچ کی فضیلت اور جھوٹ کی مذمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (سورۃ التوبہ: 119)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ مل جاؤ۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ صِدِّيقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللهِ كَذَّابًا.» (صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾ وما ينهى عن الكذب: 6094، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله:2607)

”سچ بولنا اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ سچ نیکی کی طرف لے کر جاتا ہے اور نیکی جنت میں لے کر جائے گی، اور یقیناً آدمی اتنا سچ بولتا ہے کہ اسے اللہ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچنا بھی اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے کر جاتا ہے اور گناہ جہنّم میں لے جائے گا اور یقیناً آدمی اس قدر جھوٹ بولتا ہے کہ اسے اللہ کے ہاں بھی جھوٹا ہی لکھ دیا جاتا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الْكَذِبَ لَا يَصْلُحُ مِنْهُ جِدٌّ وَلَا هَزْلٌ، وَلَا يَعِدُ الرَّجُلُ ابْنَهُ ثُمَّ لَا يُنْجِزُ لَهُ.» (مستدرك حاكم:127/1)

”یقیناً جھوٹ حقیقت یا مذاق کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے اور نہ کوئی آدمی اپنے بیٹے سے ایسا وعدہ کرے کہ جسے وہ پورا نہ کر سکے۔“

خاموشی کی فضیلت اور لغویات سے اعراض

سیدنا ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ کی روایت پیچھے بیان ہو چکی ہے، جس میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.»

(صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره:6018، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف، ولزوم الصمت إلا عن الخير: 47، سنن أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في حق الجوار: 5154، سنن ترمذی، أبواب صفة القيامة، باب منه:2500)

”جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اسے اچھی بات ہی کہنی چاہیے، یا پھر خاموش رہنا چاہیے۔“

سیدنا سہل بن سعد ان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.»

(صحيح بخاری، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان:6474، سنن ترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان:2408)

”جو شخص مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان والے عضو (یعنی زبان) اور اپنی دو ٹانگوں کے درمیان والے عضو (یعنی شرمگاہ کے جائز استعمال) کی ضمانت دے دے، میں اسے جنّت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

سیدنا سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! مُرْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ قَالَ: «قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.» قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا

أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيّ؟ قَالَ: «هٰذَا.» وَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِطَرَفِ لِسَانِ نَفْسِهِ.

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام: 38، سنن ترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان:2410، سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة: 3972)

”میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے کام کا حکم فرمایئے جسے میں اسلام میں مضبوطی سے تھامے رکھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کہو:
میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ڈٹ جا، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں کس چیز سے ڈرتا رہوں جس میں میرے مبتلا ہو جانے سے آپ ﷺ خوف کھاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کا ایک کنارہ پکڑ کر فرمایا: اس سے۔“

سیدنا ابو وائل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صفا پہاڑی پر تلبیہ کہا، پھر فرمایا:

يَا لِسَانُ قُلْ خَيْرًا تَغْنَمْ، وَاصْمُتْ تَسْلَمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَنْدَمَ. قَالُوا: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، هٰذَا شَيْءٌ تَقُولُهُ أَوْ سَمِعْتُهُ، قَالَ: لَا، بَلْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ أَكْبَرَ خَطَايَا ابْنِ آدَمَ فِي لِسَانِهِ.»

(الفقيه والمتفقه للخطيب:148/2)

”اے زبان! اچھی بات کہہ، غنیمت میں رہے گی اور خاموش رہ، شرمندگی اٹھانے سے پہلے ہی سلامتی میں رہے گی۔ لوگوں نے پوچھا: اے ابو عبدالرحمان! یہ جو بات آپ نے کہی ہے یہ آپ کا قول ہے یا آپ نے کسی سے سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (میرا قول نہیں ہے) بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ انسان کی سب سے بڑی غلطی اس کی زبان سے سرزد ہوتی ہے۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْأَعْضَاءُ تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، تَقُولُ: اتَّقِ اللّٰهَ فِينَا، إِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا»

(سنن ترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان: 2407، مسند أحمد:96/3، صحيح الجامع للألبانی:351)

”(انسانی جسم کے تمام) اعضاء زبان سے دست بستہ کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈرتی رہنا، کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔“

مراد یہ ہے کہ زبان کے ہی صحیح بول سے جسم کے سب اعضاء تکلیف میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی کے غلط بولنے سے نوبت لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے اور مار پیٹ کی صورت میں جسم کے تمام اعضاء کو زبان کا کیا دھرا بھگتنا پڑتا ہے۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسلام، نماز اور جہاد کا ذکر کیا، پھر فرمایا:

«أَلَا أُخْبِرُكَ بِمِلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟.» قَالَ: قُلْتُ: بَلٰى قَالَ: فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ وَقَالَ: «أَكْفِفْ عَلَيْكَ هٰذَا.» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ قَالَ: «ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ.» أَوْ قَالَ: «عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟.»

(سنن ترمذی، أبواب الإيمان، باب ما جاء في حرمة الصلاة: 2616، سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة: 3973، إرواء الغليل للألبانی:413)

”کیا میں تجھے تمام اعمال کا خلاصہ نہ بتلا دوں؟ میں نے عرض کیا:
کیوں نہیں (ضرور بتلایئے)، تو آپ ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا:
اس (کے جائز استعمال) پر توجہ دینا اپنے آپ پر لازم کر لے، میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم جو اس سے باتیں کرتے ہیں اس پر بھی ہمارا مواخذہ ہو گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اے معاذ! تمہاری ماں تجھ سے محروم ہو جائے، لوگوں کو جہنم کی آگ میں ان کے چہروں کے بل-یا فرمایا: ان کے نتھنوں کے بل جہنم کی آگ میں سوائے ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی فصل کے اور کونسی چیز ڈالے گی؟“

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

لَقِيتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمًا فَقُلْتُ: مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: «يَا عُقْبَةُ، امْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ.» (سنن ترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان: 2406، سلسلة الأحاديث الصحيحة:890)

”ایک روز میں رسول اللہ ﷺ سے ملا تو میں نے پوچھا: کس عمل میں نجات ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عقبہ! اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھ، تمہارا گھر تمہیں کھلی جگہ دے اور اپنے گناہوں پر رویا کر۔“

گھر کے جگہ دینے سے مراد یہ ہے کہ خانہ نشین ہو کر رہ جا، اپنے معمولات کے علاوہ جو اضافی وقت ہے وہ اپنے گھر میں ہی گزار، زبان کا درست استعمال کرنا اور اسے غلط استعمال ہونے سے بچائے رکھنا اور اپنے گناہوں پہ اشکبار رہنا، انہی امور میں نجات پنہاں

ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ»

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع: 5، سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب:4992)

”آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔“

یہ عادتِ بد بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جس کسی سے بھی جیسی تیسی بات سنی اس کی تحقیق کیے بغیر فوری آگے بیان کر دی۔ نامعلوم کہ وہ بات سچ ہے یا جھوٹ۔ اگر جھوٹ ہو تو یہ اک جھوٹی بات کی تشہیر کرنے کی وجہ سے بہت قبیح گناہ ہے اور اگر سچ بھی ہو تو پھر بھی یہ کسی طور پر درست نہیں ہے کیونکہ جس کی بات اڑائی جا رہی ہوتی ہے در حقیقت اس کی تذلیل کی جا رہی ہوتی ہے جو کہ بجائے خود کبیرہ گناہ ہے۔ اس لیے اس عادتِ بد کو اپنا کر بہ فرمانِ نبوی ﷺ گناہ گاروں میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ»

(صحيح بخارى، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: 10، سنن أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب في الهجرة هل انقطعت؟:2481)

”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں، اور مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کاموں کو چھوڑ دے۔“

گویا مسلمان کی علامت ہی یہ بتلاتی ہے کہ جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ ہوں وہی مسلمان ہے اور جس کی زبان درازیوں اور دست درازیوں سے دوسرے مسلمان محفوظ نہ ہوں وہ کامل مسلمان ہے۔

فاسق وفاجر حکمرانوں کی تصدیق واعانت پر وعید

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«أَعَاذَكَ اللّٰهُ يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ.» قَالَ: وَمَا إِمَارَةُ السُّفَهَاءِ؟ قَالَ: «أُمَرَاءُ يَكُونُونَ بَعْدِي لَا يَهْدُونَ بِهِدَايَتِي، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، فَمَنْ صَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَأَعَانَهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ لَيْسُوا مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُمْ، وَلَا يَرِدُونَ عَلَى حَوْضِي، وَمَنْ لَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلَى ظُلْمِهِمْ فَأُولَئِكَ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ، وَسَيَرِدُونَ عَلَى حَوْضِي. يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ، وَالصَّلَاةُ قُرْبَانٌ»، أَوْ قَالَ: «بُرْهَانٌ، يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ، لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ، النَّارُ أَوْلَى بِهِ، يَا كَعْبُ بْنَ عُجْرَةَ غَادِيَانِ فَمُبْتَاعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا، وَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُوبِقُهَا.»

(مسند أحمد:321/3، مستدرك حاكم: 422/4، صحيح ابن حبان: 1569، صحيح الترغيب والترهيب:2242)

”اے کعب بن عجرہ! اللہ تعالیٰ تجھے بیوقوف لوگوں کی امارت (حکمرانی) سے بچا کر رکھے، انہوں نے عرض کیا کہ بیوقوف لوگوں کی امارت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے بعد ایسے امراء (حکمران) آئیں گے جو میری (دی ہوئی) راہنمائی کے مطابق ہدایات نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ میری سُنّت کی پیروی کریں گے، سو جس شخص نے ان کے جھوٹا ہونے کے باوجود انہیں سچا کہا اور ظلم پر ان کی معاونت کی تو یہی وہ لوگ ہیں جن کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میرا ان سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی یہ میرے حوض (یعنی حوضِ کوثر) پہ آ سکیں گے، لیکن جس نے ان کے جھوٹ کو سچ نہ کہا اور نہ ہی ظلم پر ان کی مدد کی تو انہی لوگوں کا مجھ سے تعلق ہے اور میرا ان سے تعلق ہے اور یہ میرے حوض پر بھی آ سکیں گے۔

اے کعب! روزہ (گناہوں سے بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور نماز (اللہ تعالیٰ کے) بہت ہی قریب کرنے والی ہے، یا فرمایا کہ نماز قطعی دلیل ہے۔

اے کعب بن عجرہ! حرام سے پرورش پانے والا گوشت (یعنی جسم) جنّت میں نہیں جائے گا، بلکہ وہ آگ کے زیادہ لائق ہے۔ اے کعب بن عجرہ! صبح سویرے دو آدمی (اپنے معمولاتِ زندگی کا) قصد کرتے ہیں، (ان میں سے ایک) اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیتا ہے اور (دوسرا) اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیتا ہے۔“

محتاط اور مناسب گفتگو

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ مَا يُلْقِي بِهَا بَالًا، يَرْفَعُهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ، وَإِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ مَا يُلْقِي بِهَا بَالًا فَهُوَ يَهْوِي بِهَا فِي جَهَنَّمَ»

(صحيح بخارى، كتاب الرقاق، باب حفظ

اللسان: 6478، مسند أحمد:334/2)

”یقیناً بندہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی والی کبھی ایسی بات کرتا ہے جسے وہ (اپنی نظر میں) کوئی اہمیت نہیں دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ اسی بات کی وجہ سے اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے اور بسا اوقات بندہ اللہ کی ناراضگی والی کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جسے وہ کوئی اہمیت نہیں دے رہا ہوتا، لیکن وہ اسی بات کی وجہ سے جہنّم میں جا گرتا ہے۔“

اس لیے زبان سے کوئی بھی بات نکالتے وقت نہایت احتیاط کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور عمدہ و مناسب گفتگو کرنی چاہیے، تاکہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینے والا کوئی بھی بول نکلنے نہ پائے۔

لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنے پر وعید

سیدنا بہز بن حکیم اپنے باپ کے حوالے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ، لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب:4990، سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق: 2315، صحيح الجامع للألباني:7136)

”اس آدمی کے لیے ہلاکت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی باتیں کرتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔“

ہمارے معاشرے میں یہ برائی بہت عام ہے اور بدقسمتی سے اس کے مرتکب کو بہ طورِ اعزاز فنکار اور اداکار کا نام دیا جاتا ہے، جبکہ شریعت نے ایسے شخص کے لیے ہلاکت کی سخت وعید فرمائی ہے۔

ہمارے معاشرے کی اجتماعی زبوں حالی کا یہ عالم ہے کہ اس بیہودہ گوئی کا مظاہرہ کرنے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے تھیٹرز میں باقاعدہ محافل لگائی جاتی ہیں اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر بہت سے لوگ زرِ کثیر خرچ کر کے بڑے شوق سے اس وعید کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

دوغلے پن پر وعید

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ ذَا وَجْهَيْنِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في ذي الوجهين: 4873، سلسلة الأحاديث الصحيحة:892)

”جو دنیا میں دو رُخا) یعنی دوغلا (ہو، قیامت کے دِن اسے آگ کی دو زبانیں لگائی جائیں گی۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَنْبَغِي لِذِي الْوَجْهَيْنِ أَنْ يَكُونَ أَمِينًا.»

(السنن الكبرى للبيهقي:246/10، الأدب المفرد للبخاری:313)

”دوغلے شخص کے یہ لائق ہی نہیں ہے کہ وہ امانت دار ہو۔“

یعنی وہ کسی کی بات کو بطورِ امانت اپنے پاس محفوظ نہیں رکھ سکتا، اس لیے وہ اس بات کے لائق ہی نہیں ہے کہ اسے امین کہا یا سمجھا جائے۔

جھوٹ اور وعدہ خلافی کی مذمت

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا، إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.»

(صحيح بخاری، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: 34، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال المنافق:58)

”چار خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ جس میں بھی پائی جائیں گی وہ پکّا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے گی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہیں دیتا، (وہ یہ ہیں:)

جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکہ دے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔“

☆☆☆

راصب چوہدری، معروف چوہدری کی والدہ کی وفات

حاجی راصب چوہدری ، حاجی معروف چوہدری اور حاجی فاروق چوہدری کی والدہ 94 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ پابند شرع نیک اور صالح خاتون تھیں۔ وہ حاجی باغ علی اور حاجی محمد صدیق کی ہمشیرہ تھیں، جامع مسجد گرین لین برمنگھم میں ان کی نماز جنازہ قاری ذکاء اللہ سلیم نے پڑھائی اور برمنگھم میں تدفین عمل میں آئی۔ بہت سے احباب نے اظہار تعزیت کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے۔ آمین

☆☆☆

وسیلہ کی جائز اور ناجائز صورتیں

سوال: ایک صاحب سوال کرتے ہیں کہ توسّل کے مسئلہ کو واضح طور پر بتایا جائے کہ کونسا طریقہ صحیح ہے اور کون سا غلط، وہ اس لئے کہ عام لوگ اس بارے میں شک وشبہ کا شکار ہیں۔

جواب: سورۃ المائدۃ کی آیت 35 میں وسیلہ کا ذکر ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ اختیار کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیابی حاصل کر سکو!۔"

وسیلہ لغوی طور پر وہ ذریعہ ہے کہ جس سے انسان اپنے مقصود کو پہنچ سکتا ہے، اس لئے عام طور پر کہا جاتا ہے کہ گھر کی چھت پر جانا ہو تو سیڑھی وہ وسیلہ ہے کہ جس سے انسان چھت پر پہنچ سکتا ہے۔

اور سورۃ الاسراء کی آیت 57 سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا مطلب ہے کہ وہ ذرائع استعمال کئے جائیں کہ جس سے قرب الٰہی حاصل ہو۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جو لوگ اپنی حاجات پوری کرنے کے لئے جنات کو پکارتے تھے تو انہیں بتایا جارہا ہے کہ تم جن جنات کو پکارتے ہو وہ تو خود اللہ کے تابعدار ہیں اور اب ان کی حالت یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴾

"وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقریب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہے، اللہ کے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں ۔ بے شک اللہ کا عذاب ایسا ہے کہ جس سے ڈرتے رہنا چاہیے۔"

یعنی یہ جنات تو خود ایسے اعمال صالحہ کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں کہ انہیں اللہ سے قریب کر دیں۔

اب ہم اس مسئلہ کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

وسیلہ دو طرح کا ہو سکتا ہے:

وسیلہ کونیہ اور وسیلہ شرعیہ

وسیلہ کونیہ سے مراد وہ تمام قدرتی ذرائع ہیں کہ جن سے انسان کسی چیز کو حاصل کر سکتا ہے۔

بھوک کو مٹانے کا وسیلہ کھانا کھانا ہے، پیاس کو بجھانے کے لئے پانی یا کوئی دوسرا مشروب وسیلہ ہے۔ یہاں ایک مسلمان کو یہ دیکھنا ہے کہ ایسا وسیلہ نہ اختیار کیا جائے، جو شرعاً حرام ہے۔ مثلاً طعام و شراب میں سؤر کے گوشت اور خمر (شراب) سے بچا جائے جو کہ حرام قرار دیے گئے ہیں۔

معاملات میں سود، جوا اور چور چکاری سے بچا جائے جو کہ ناجائز ہیں۔

گویا وسیلہ کونیہ ایک عام اصطلاح ہے، اس میں جو وسیلہ شریعت میں جائز ٹھہرایا گیا وہ وسیلہ شرعیہ کہلائے گا اور جو ناجائز ٹھہرایا گیا، وہ شرعی وسیلہ نہیں قرار پائے گا۔

فرق یہ ہوا کہ وسائل کونیہ تو ہماری دسترس میں ہیں، لوگ انہیں جانتے ہیں۔ اس لیے صرف یہ دیکھنا باقی رہ جاتا ہے کہ ان میں سے کون سا وسیلہ شریعت کے مطابق ہے اور کون سا نہیں؟

اور اب جہاں تک اللہ کا قرب حاصل کرنے کا تعلق ہے تو یہ ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ کی طرف تک قرب نماز کا حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ نماز کیا ہے؟ کیسے پڑھی جائے تو اس کا علم کا علم صرف قرآن اور سنت ہی سے ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ اسے تفصیل سے نہ بتاتے تو ایک عام انسان کے لئے مشکل تھا کہ وہ نماز کو خود بخود جان لیتا۔

اللہ کی طرف وسیلہ اختیار کرنے کا حکم بھی قرآن ہی میں دیا گیا ہے، اس لئے اس کی حقیقت جانے کے لئے قرآن اور حدیث کا ہی سہارا لینا چاہئے۔

اب دیکھیئے قرآن کا اس سلسلے میں کیا ارشاد ہے۔

1۔ سورۃ الاعراف کی آیت 180 میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ﴾

"اور اللہ کے سارے خوبصورت نام ہیں تو پھر انہی کے واسطے سے دعا کرو۔"

اور یہی اسوہ اللہ کے تمام انبیاء اور رسولوں کا رہا کہ ان کی دعائیں اللہ، رب، رحمن، رحیم اور اللہ کے دیگر صفاتی ناموں کے واسطے ہی سے شروع ہوتی ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام پر جب اپنی خطا واضح ہوئی تو انہوں نے 'رب' ہی کو پکارا:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾(سورۃ الاعراف:23)

"ان دونوں نے (آدم اور حواء) نے کہا: اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے، ہمارے اوپر رحمت نہ

کریں گیں تو ہم ناکام لوگوں میں سے ہو جائیں گے۔"
سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی دیکھ کر اپنے رب کے نام کی دھائی دیتے نظر آتے ہیں۔
﴿ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴾(سورۃ القمر(10)
"تو پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ میں مغلوب ہو چکا ہوں تو پھر میری مدد فرما۔"
سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تو بکثرت دعائیں قرآن میں وارد ہوئی ہیں جو سب "ربنا" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں۔ نیک اولاد کی تمنا کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں :
﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾(سورۃ الصافات:100)
"اے رب مجھے نیکوکاروں میں سے عطا کر۔"
سیدنا یوسف علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری مراحل میں یہ کہتے نظر آتے ہیں:
﴿رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴾ (سورۃ یوسف: 101)
"اے رب! تو نے مجھے بادشاہت میں سے کچھ عطا کیا، مجھے باتوں (خوابوں) کی تعبیر کا علم عطا کیا، اے آسمانوں اور زمینوں کو وجود میں لانے والے! تو ہی میرا مددگار ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھے اسلام کے عالَم میں وفات دے اور مجھے نیکوکاروں کے ساتھ ملا دے۔"
اس دعا میں رب اور فاطر دو صفاتی ناموں کا واسطہ دیا گیا ہے۔
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کہتے نظر آتے ہیں :
﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ٥ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴾(سورۃ طہٰ:25-26)
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے رب! میرا سینہ کھول دے اور میرا معاملہ میرے لئے آسان کر دے۔"

یہ ایک لمبی دعا ہے لیکن اس کا آغاز بھی 'رب' کے واسطے سے ہو رہا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے مطالبہ کیا کہ اپنے رب سے مطالبہ کرو کہ وہ ہمارے اوپر آسمان سے (کھانے پر مشتمل) دستر خوان نازل فرمائیں تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :
﴿اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ﴾(سورۃ المائدہ:112)
"اے اللہ، اے ہمارے رب ! ہمارے اوپر آسمان سے ایک دستر خوان نازل فرما۔"
اس دعا میں اللہ اور رب دو ناموں کا واسطہ دیا گیا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں تو رب، رحمان، رحیم، حیّ، قیوم اور اللہ کے کتنے ہی صفاتی ناموں کا تذکرہ ہے۔
معرکہ بدر سے پہلے عریش بدر میں رات بھر آپ یہ دعائیہ کلمات دہراتے رہے:
اللهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلامِ ، فَلا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ أَبَدًا
اے اللہ! اگر یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"
ایک اور مشہور دعا ہے کہ
"يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ
"اے زندہ و تابندہ! اے سب کو کھڑا کرنے والا! تیری رحمت چاہتا ہوں۔"
آپ کی ساری سیرت پڑھ لیجیے، کہیں بھی ایسی دعا نظر نہ آئے گی جس میں اللہ کے رسول نے دعاؤں میں اپنے آباء و اجداد (یعنی ابراہیم، اسماعیل، اسحق علیہم السلام) کا واسطہ دیا ہو؟
ایک موقع پر کہا تو یوں کہا :
یا معلم ابراهیم علمنی
"اے ابراہیم کو تعلیم دینے والے مجھے بھی علم عطا کر۔"
تو معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ

اپنی دعا میں سوائے اللہ کے ناموں کے سوا کسی دوسری ہستی کا نام بطور وسیلہ لیا جائے، چاہے وہ نام نبی کا ہو یا فرشتہ کا یا کسی جن کی یا کسی ولی کا ہو۔
اور اب اگر اللہ کے نبی ہی اپنی دعاؤں میں صرف اللہ کو پکارتے ہیں، اللہ کے نام سے یا اللہ کے کسی بھی صفائی نام سے تو پھر امت کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ چھوڑ کر مشرکین کا اسوہ اپنائے جو اپنی دعاؤں میں جنات، فرشتوں اور اپنے خود ساختہ خداؤں کے نام کی دھائی دیتے تھے۔
2۔ وسیلے کا دوسرا جائز طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے کسی نیک عمل کی دھائی دے کہ اے اللہ!
اس نیک عمل کے وسیلے سے اس کا مقصود و مطلوب پورا کر دے یا ناگہانی آفت میں مبتلا ہے تو اس سے نجات دے دے۔ اس ضمن میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی قوموں کے قصوں میں سے ایک قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ تین آدمی جو کہیں جنگل یا صحراء میں سفر کر رہے تھے۔ آندھی اور طوفان کی وجہ سے ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے لیکن غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر یُوں آکر گرا کہ باہر جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ انہوں نے اسے کھسکانے کی کوشش کی لیکن وہ ایک انچ نہ ہلا۔ اب ان میں سے ہر شخص نے دعا کی اور اپنے ایک نیک عمل کا حوالہ دیا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں دن بھر بکریاں چرانے کے بعد جب گھر واپس آتا تو پھر گھر والوں کے کھانے پینے کا بندوبست کرتا۔ ایک دن مجھے تاخیر ہو گئی، گھر واپس آیا تو دیکھا، میرے بوڑھے والدین کھائے پیئے بغیر سو چکے تھے، تو میں نے دودھ کا پیالہ بھرا اور ان کے سرہانے بیٹھا رہا، کہ پہلے ان کو دودھ پلاؤں گا اور پھر اپنے گھر والوں کی خاطر مدارات کروں گا۔ اور اس دعا کے بعد ان تینوں نے پتھر کو کھسکایا تو وہ تھوڑا سا کھسک گیا، لیکن اتنا نہیں کہ وہ باہر نکل سکیں۔ پھر دوسرے شخص نے اپنی دعا میں اپنے اس نیک عمل کا ذکر کیا کہ اے اللہ! میں اپنی خالہ زاد یا چچازاد بہن سے پیار کرتا تھا

لیکن اس کے ساتھ وصال کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن وہ میرے پاس آئی اور اپنی ایک شدید ضرورت کی بنا پر مجھ سے امداد کی طالب ہوئی۔ س نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور امداد کی حامی بھرلی لیکن اس شرط پر کہ وہ اپنے آپ کو میرے حوالے کر دے گی، وہ مجبوراً آمادہ تو ہو گئی لیکن عین وقت پر وہ گویا ہوئی کہ اللہ سے ڈر! اور اگر تعلق قائم ہی کرنا ہے تو جائز طریقے سے کر۔ میں ایک دم ٹھٹک کر رہ گیا اور پھر صرف اللہ کے ڈر سے اس عمل بد سے باز آ گیا۔ اس دعا کے بعد ان تینوں نے پتھر کو پھر کھسکایا تو وہ اتنا اور کھسک گیا کہ نکلنے کی امید پیدا ہو گئی۔ پھر تیسرے شخص نے اپنے اس نیک عمل کے حوالے سے دعا کی کہ ایک دفعہ میں نے کھیت اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک مزدور کو ملازم رکھا وہ مزدور جب کام پورا ہو جانے کے بعد جانے لگا تو میں نے بطور مزدوری ایک بکری اُس کے حوالہ کی۔ اس نے نے مزدوری کی اس قیمت کو تھوڑا جانا اور غصے میں آ کر بکری لئے بغیر چلا گیا۔

میں نے اس بکری کی نگہداشت کا خاص خیال رکھا۔ اس بکری کے دودھ کی قیمت کو بھی اس کے کھاتے میں لکھتا گیا اور پھر اس کے بچوں کا بھی خیال رکھتا گیا اور اسے کھاتے سے مزید مویشی خریدے جن میں بھیڑ، بکریاں اور گائیں شامل تھیں۔ ایک عرصہ دراز کے بعد وہ مزدور دوبارہ میرے پاس آیا اور کہا کہ میری مزدوری میرے حوالہ کر دو! میں نے کہا:

میرے ساتھ آؤ، میں تمہیں تمہاری مزدوری کا پھل دکھاتا ہوں۔ میں اسے اس وادی میں لے گیا جہاں اس کے نام سے پروان چڑھنے والے سارے مویشی موجود تھے۔ میں نے کہا: یہ سب تمہاری مزدوری ہے اور تمہی ان کے مالک ہو، اب اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

پھر اس شخص نے کہا کہ یا اللہ! میرا یہ عمل خالصتاً تیرے لئے تھا تو تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔

اب جو تینوں نے اس پتھر کو ایک دھکا اور لگایا تو اتنی گنجائش پیدا ہو گئے کہ تینوں اس غار سے بحفاظت نکل آئے۔

3۔ وسیلے کی تیسری جائز شکل یہ ہے کہ کسی باحیات شخص کی نیکی اور بزرگی کو دیکھتے ہوئے اس سے دعا کی درخواست کی جائے۔

پہلے دونوں وسیلے انسان کی اپنی ذاتی دعا سے متعلق تھے اور اس تیسری شکل میں ایک نیک آدمی سے دعا کی التجا کی جارہی ہے۔

قرآن میں یوسف اور برادران یوسف کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے، قصے کے آخر میں بیان ہوا کہ جب برادرانِ یوسف پر ان کی زیادتی و ظلم کا انکشاف ہو گیا تو وہ اپنے والد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس آتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اللہ سے ان کی مغفرت کے طالب ہوں۔

﴿قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ﴾(سورۃ یوسف: 97)

”انہوں نے کہا، اے ہمارے باپ! ہمارے لئے مغفرت طلب کر، بے شک ہم خطاوار تھے۔“

جس کے جواب میں انہوں نے کہا:-

﴿ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴾(سورۃ یوسف: 98)

”میں عنقریب تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا، بے شک وہ غفور رحیم ہے۔“

احادیث میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول خطبہ دے رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اور اس نے بلند آواز سے کہا: کہ بارش کے لئے دعا کریں، کہ بارش نہ ہونے کی بنا پر جہاں انسان اور موشی پانی کے لئے بے تاب ہیں وہاں زمین بھی پانی کے لئے ترس رہی ہے۔ پانی برسے گا تو کھیتی باڑی ہو سکے گی اور لوگوں کو ان کا رزق مل سکے گا۔

نبی ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیے اور بارش کے لئے دعا کی اور پھر سب نے دیکھا کہ سارا ہفتہ مسلسل بارش برستی رہی اور وادیاں جل تھل ہو گئیں۔ یہی بدوی اگلے جمعہ پھر حاضر ہوا اور اب اس نے التجا کی کہ اللہ سے دعا کریں کہ بارش برسنا بند ہو جائے، وگرنہ کھیت کھلیان سیلاب کی نذر ہو جائیں گے تو اللہ کے رسول ﷺ نے نے دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

اللَّهُمَّ حوالينا ولا علينا

”اے اللہ! ہمارے اوپر نہیں بلکہ ہمارے ارد گرد بارش رہنے دے۔“

اللہ کے رسول موجود تھے اس لئے دعا کے لئے آپ کے پاس آنا ہی ہر مسلمان کی خواہش ایک فطرتی خواہش تھی۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کی طرف سے بڑے متفکر تھے، وہ اسلام لانے میں، بڑے تردد کا شکار تھیں۔ انہوں نے اللہ کے رسول سے دعا کی درخواست کی، چنانچہ اللہ کے رسول نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی! اے اللہ ام ابوہریرہ کو ہدایت دے!!

اور پھر یہ دعا اس عجلت کے ساتھ پوری ہوئی کہ ابو ہریرہ گھر جاتے ہیں، دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، والدہ نے کہا: ”ذرا ٹھہرو! میں غسل سے فارغ ہو لوں۔

پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور انہیں یہ خوشی کا پیغام ملا کہ اُم ابوہریرہ کلمہ پڑھنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو پاک کر رہی تھیں۔

جائز وسیلہ کے ان تینوں طریقوں کا بیان ہو گیا۔ لیکن جو لوگ اپنی دعا میں کسی نیک شخص کی ذات کا وسیلہ جائز مانتے ہیں، وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے ایک نابینا آدمی کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔

آئندہ مضمون میں ان دونوں واقعات کو تفصیل سے بیان کیا جائے گا اور ان کے صحیح مطلب کو واضح کیا جائے گا۔

☆☆☆

حدیث نمبر:90

عَنْ أبي مسلمة - سعيد بن يزيد - قال : «سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ؟ قَالَ : نَعَمْ».[رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب الصلاة في النعال، برقم 386، بلفظه، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز الصلاة في النعلين، برقم 555]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

حضرت ابو مسلمہ سعید بن یزید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی کریم ﷺ اپنے جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے فرمایا:ہاں۔(بخاری و مسلم)

حدیث کے بعض الفاظ کے معانی

1 : سَأَلْتُ :میں نے پوچھا۔

2 : كَانَ يُصَلِّي :نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

3: فِيْ نَعْلَيْهِ:اپنے دونوں جوتوں میں۔

4 : نَعَمْ :ہاں۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔جوتوں سمیت نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

2۔جوتے انسان کے لباس میں شامل ہیں جس طرح نماز کے لیے لباس کا پاک ہونا ضروری ہے اسی طرح جوتوں کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔

3۔ جوتوں کو پاک و صاف رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم اور باقی لباس کو اور جوتے جب پلید ہو جائیں تو ان کو پاک کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح جسم اور کپڑوں وغیرہ کو کیونکہ پلید چیز کو جسم اور لباس سے دور کرنا ضروری ہے اور جوتے لباس کا حصہ ہیں۔

4۔مسجد یا گھر کسی جگہ بھی جوتوں سمیت نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ پاک اور صاف ہوں۔جوتے پر لگی پلید گی کو دور کرنا ہر صورت ضروری ہے چاہے نماز نہ بھی پڑھنی ہو البتہ صفائی مستحب ہے۔اگر جوتوں کی وجہ سے گھر یا مسجد میں گندگی کا امکان ہو تو پھر ان کو ایک کنارے میں اتار دینا چاہیے جیسا کہ عموماً گھروں اور مساجد میں اس کا انتظام ہوتا ہے۔

5۔یہ حدیث زمین کے طہور یعنی پاک اور پاک کرنے والی پر بھی دلیل ہے اگر زمین پاک نہ ہوتی تو جوتوں میں نماز جائز نہ ہوتی اور اگر اس میں کسی دوسری چیز پر پلید گی کو دور کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تب بھی جوتوں میں نماز پڑھنا جائز نہ ہوتا کیونکہ زمین کے بعض حصوں پر پلید گی ہو سکتی ہے اور جب پلید گی سے آلودہ جوتے پاک زمین سے رگڑ کھائیں تو وہ پاک ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں مٹی سے وضوء اور غسل ہو جاتا ہے اور بعض برتنوں کو مٹی سے دھونے کا حکم ہے۔

6۔زمین پر اگر ظاہری طور پر پلید گی نظر نہ آ رہی ہو تو وہ زمین پاک ہے۔زمین کو جس طرح پانی پاک کرتا ہے اسی طرح اس کو سورج کی روشنی بھی پاک کرتی ہے اور مٹی خود بھی مٹی کو پاک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

7۔ اگر کہیں جوتوں سمیت نماز پڑھنے سے فتنے کا اندیشہ ہو تو پھر جوتے اتار کر نماز پڑھنی چاہیے ۔کیونکہ جوتوں سمیت نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔

حدیث نمبر:91

عَنْ أبي قتادة الأنصاري رضي الله عَنْه : «أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ».

99 ولأبي العاص بن الربيع بن عبد شمس: «فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا». [رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، برقم 516، بلفظه، ومسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، برقم 543. رواه البخاري، برقم 516، ومسلم، برقم 543، وتقدم تخريجه في تخريج حديث المتن رقم 98]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو قتادۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ لیا کرتے تھے اس حال میں کہ آپ ﷺ اپنی نواسی سیدہ امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو گود اٹھائے ہوتے اور ابو العاص بن ربیع بن عبد شمس کی روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ سجدہ کرتے اسے زمین پر بیٹھا دیتے جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔

(ابن ماجہ اور ترمذی کے علاوہ دیگر تمام محدثین نے روایت کیا۔)

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 : يُصَلِّيْ:وہ نماز پڑھتا ہے۔

2 :حَامِلُ:اٹھانے والا۔

3 : أُمَامَةَ :رسول اللہ ﷺ کی نواسی کا نام ہے یہ آپ ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھی اس کے والد کا نام حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ ہے۔

4 : إِذَا سَجَدَ :جب آپ سجدہ کرتے۔

5 : وَضَعَهَا :اسے رکھ دیتے یعنی بیٹھا دیتے۔

6 : وَاِذَا قَامَ:اور جب آپ کھڑے ہوتے۔

7 : حَمَلَهَا :اسے اٹھالیتے۔

حدیث سے حاصل ہونیوالے بعض مسائل واحکام

1۔نماز میں ضروری ضرورت کی وجہ سے حرکت کی جاسکتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث میں ثابت ہے۔اسی طرح حدیث میں نماز کے دوران سانپ اور بچھو کو مارنے کا حکم۔ اسی طرح ضرورت کے تحت مصحف وغیرہ کو کھول کر نماز پڑھنے پڑھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے البتہ افضل زبانی پڑھنا ہے۔

2۔چھوٹے بچے کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھی جاسکتی ہے نماز کے دوران اسے اٹھانے اور بیٹھانے سے نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس عمل کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

حدیث نمبر:92

عَنْ أنس بن مالك رضي الله عَنْه عَنْ النبي ﷺ قال : «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَبْسُطْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ» [رواه البخاري، كتاب الأذان، باب لا يفترش ذراعيه في السجود، برقم 822، واللفظ له، ومسلم، كتاب الصلاة، باب الاعتدال في السجود، ووضع الكفين على الأرض، ورفع المرفقين عن الجنبين، ورفع البطن عن الفخذين في السجود، برقم 493]

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سجدے میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص کتے کی طرح اپنے دونوں بازوز مین پر نہ بچھائے۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1: اِعْتَدِلُوْا: اعتدال قائم کرو یعنی اطمینان سے ٹھہرو۔

2 : فِيْ السُّجُوْدِ :سجدوں میں۔

3 : وَلَا يَبْسُطْ :اور نہ پھیلائے۔

4 : اَحَدُكُمْ :تمہارا کوئی ایک۔

5 : ذِرَاعَيْهِ :اپنے دونوں بازو۔

6 :اِنْبِسَاطَ الْكَلْبِ:کتے کے پھیلانے کی طرح۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔سجدہ میں اعتدال قائم رکھنے کا حکم ہر نمازی مرد اور عورت کو دیا گیا ہے۔اعتدال یہ ہے کہ انسان اتنی دیر اسی حالت میں ٹھہرے جتنی دیر اس کا ہر عضو آرام سے اپنی اپنی جگہ پر آجائے۔

2۔باقی ارکان میں اعتدال کی طرح سجدے میں بھی اعتدال نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ہے۔

3۔سجدے کے دوران بازوؤں کو زمین پر بچھانا مرد اور عورت دونوں کو منع ہے۔ سجدہ کرتے وقت صرف ہتھیلیاں زمین پر رکھی جائیں اور بازوؤں کو زمین اور پیٹ سے ہٹا کر رکھا جائے اور یہ حکم ہر مرد و عورت نمازی کو ہے۔

4۔سجدہ نماز کا اہم رکن ہے اس کی ادائیگی میں سنت کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

اسلام کے تقاضے

پھیلائیں گے اگر ہم اسلام کے اُجالے
دنیا سے ختم ہوں گے پھر کفر کے اندھیرے

یوں جی رہے ہیں اب تو اللہ کے یہ بندے
پروردگار اِن کا جیسے کوئی نہیں ہے

منزل سے دور ہو کر انساں بھٹک رہا ہے
جو راستہ ہے سیدھا کوئی اسے بتادے

لاریب پھر مسلماں دل کا سکون پائے
اللہ سے جو پہلے وہ اپنا دل لگالے

دین مبیں جہاں میں پھر کیوں نہ جگمگائے
ہمت سے ہر مسلماں باطل کو گر مٹادے

کب تک یہ خوابِ غفلت کب ہوش اس کو آئے
جاگے بھی اب مسلماں پھر سب کو وہ جگائے

عقل سلیم دی ہے انساں کو جو خدا نے
پھر کیوں نہ حق کو سمجھے پھر کیوں نہ حق کو مانے

برقِ بلا سے کوئی جاکر یہ بات کہہ دے
ہم نے بھی چن کے لائے کچھ آشیاں کے تنکے

پورے کہاں گئے وہ ہم ٹالتے رہے ہیں
احکام اپنے رب کے ''اسلام کے تقاضے''

بخشی گئی تھی جن کو اقوام کی امامت
وہ پھر رہے ہیں اپنی غفلت سے مارے مارے

حماد ہم جو سینچیں خونِ جگر سے ہردم
گلزار دینِ حق میں فصلِ بہار آئے

ابولبیان حماد العمری

دوستی اور دشمنی

لغوی تعریف: الولاء، ولایۃ، سے نکلا ہے جس کے معنی محبت کے ہیں۔

البَرَاء، بَرِئَ یَبْرَاءُ سے مصدر ہے؛ یہ کاٹنے اور الگ ہونے کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ بَرِئَ الْقَلَمَ کا مطلب ہے: اُس نے قلم کو کاٹ دیا۔

اصطلاحی تعریف

الولاء: مسلمانوں سے محبت رکھنا، اُن کی مدد کرنا، ان سے اعزاز و اکرام اور احترام کا رویہ اپنانا اور ان کے قریب ہونا۔

البراء: اہل کفر سے بغض و نفرت رکھنا، اُن سے دور رہنا اور ان کی امداد و معاونت سے باز رہنا۔

الولاء والبراء کی اہمیت

ا۔ یہ اسلامی عقیدے کے اصولوں میں شامل ہے۔

۲۔ ایمان کی مضبوط ترین کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ یہ ملتِ ابراہیمؑ اور ملتِ محمد ﷺ کا بنیادی ضابطہ ہے۔

اہل کفر سے ولاء

یہ دو قسموں میں منقسم ہے جو درج ذیل ہیں:

ا۔ تَوَلّی ۲۔ مُوَالاۃ

ان کی وضاحت حسب ذیل ہے:

التَوَلّي: اس میں درج ذیل مطالب ہیں:

الف: معنی و مفہوم

شرک و کفر اور مشرکین و کفار سے محبت رکھنا۔

اہل ایمان کے خلاف کافروں کی مدد کرنا۔

ب: حکم: یہ کفر اکبر اور ارتداد یعنی اسلام سے پھر جانے کے مترادف ہے۔

ج: دلیل: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾

”جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے، وہ بے شک انھی میں سے ہے۔“ (سورۃ المائدہ: 51)

المُوَالَاۃ

اس میں نکاتِ ذیل توجہ طلب ہیں:

الف۔ تعریف وضابطہ

دنیوی مفادات کی خاطر اہل کفر و شرک سے محبت رکھنا لیکن ان کی مدد نہ کرنا، کیوں کہ امداد و معاونت کی صورت میں یہ 'تَوَلّی' میں شامل ہو گا۔

ب۔ حکم: یہ حرام اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ج۔ دلیل: اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ﴾

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔“ (سورۃ الممتحنہ 60:1)

موالات کفار کے مظاہر و علامات

1۔ گفتگو اور بول چال میں کافروں کی مشابہت اختیار کرنا۔

2۔ تفریح اور ذاتی لطف اندوزی کے لیے ان کے ممالک کا سفر کرنا۔

3۔ سرزمین کفار میں اقامت گزیں ہونا اور دینی احکامات سے فرار اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کے ملک میں منتقل نہ ہونا۔

4۔ ان کی تقویم و تاریخ اپنانا، خصوصاً جس سے ان کے مذہبی تہواروں اور عیدوں کا اظہار ہو، جیسے: عیسوی تاریخ۔

5۔ ان کے تہواروں اور عیدوں میں شرکت، ان تقریبات کے انعقاد میں ان کی معاونت کرنا اور ان کی مناسبت سے مبارک باد کے پیغامات بھیجنا۔

6۔ ان کے ناموں پر نام رکھنا۔

الولاء والبراء کے باب میں لوگوں کی اقسام

اس سلسلے میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی قسم: جن سے خالص محبت کی جائے گی اور کسی قسم کی ادنی سی عداوت بھی نہیں رکھی جائے گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سچے اور خالص اہل ایمان ہیں۔

دوسری قسم: وہ لوگ جن سے محض بغض و عداوت کا اظہار کیا جائے گا؛ ان سے 'موالات' اور محبت کے جذبات رکھنا قطعی طور پر ممنوع ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جو صریح اور پکے کافر ہیں۔

تیسری قسم: اس نوع میں وہ لوگ شامل ہیں جو ایک پہلو سے قابل محبت ہیں اور دوسرے پہلو سے نفرت کے لائق۔

یہ گناہ گار اور نافرمان مومن ہیں؛ اِن سے ان کے ایمان کے بہ قدر محبت کی جائے گی اور ان کی معصیت و نافرمانی کے مطابق بغض و عداوت کا مظاہرہ کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ معصیت کفر اور شرک کے درجے کی نہ ہو۔

اسلام

لغوی مفہوم: 'اسلام' کے لغوی معنی ہیں:

اَلْاِنْقِيَادُ وَالْاِسْتِسْلَامُ وَالْخُضُوْعُ

”یعنی تسلیم و رضا کا رویہ اپنانا، جھک جانا اور انتہائی عاجزی کا مظاہرہ کرنا۔“

شرعی مفہوم

شرعی اصطلاح میں اسلام سے مراد ہے:

1۔ توحید کا عقیدہ اپناتے ہوئے اللہ کے سامنے جھک جانا۔

2۔ اس کی اطاعت و فرماں برداری کرنا۔

3۔ شرک اور اہل شرک سے اظہارِ براءت کرنا۔

اسلام کا عمومی مفہوم

عمومی اعتبار سے 'اسلام' کا مفہوم ہے:

اللہ کی مقرر کردہ شریعت کے مطابق اُس کی بندگی کرنا۔ سلسلۂ انبیا و رسل علیہم السلام کے آغاز سے قیامت تک اِس طریق زندگی کا نام 'اسلام' ہے؛ گویا تمام انبیائے کرام علیہم السلام دین اسلام ہی کے داعی تھے۔

اسلام کا خاص مفہوم

خاص پہلو سے اسلام، اس دین و شریعت کا نام ہے جسے محمد رسول اللہ ﷺ کو دے کر بھیجا گیا۔

ارکانِ اسلام

اسلام کے پانچ ارکان ہیں:

1۔اِس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ 2۔نماز قائم کرنا۔ 3۔زکاۃ ادا کرنا۔

4۔بہ شرطِ استطاعت حج ادا کرنا۔

5۔رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ارکان اسلام کی دو قسمیں ہیں:

1۔اساسی ارکان

ان سے مراد وہ ارکان ہیں جن کے بغیر اسلام کی عمارت استوار نہیں ہو سکتی؛ یہ دو ہیں:

1۔شہادتِ توحید ورسالت

2۔اقامتِ صلات 2۔تکمیلی ارکان

یعنی وہ ارکان، جو قصرِ اسلام کے اتمام وتکمیل کے لیے ضروری ہیں۔یہ تین ہیں:

1۔ادئیگی زکوٰۃ 2۔صومِ رمضان

3۔حج بیت اللہ کی ادئیگی

ارکانِ اسلام کی دلیل

ان کی دلیل رسول معظم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی یہ مشہور ومعروف حدیث مبارکہ ہے:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبودِ (برحق) نہیں اور محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکات دینا، حج ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔“ (صحیح بخاری:16)

درشانِ علامہ ابتسام الٰہی ظہیر

فرزندار جمند شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر، پاکستان

حافظ قرآن ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — قاریٔ قرآن ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

توحید کی پہچان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — سنت پہ قربان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

پیکر عمل و ایمان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — سچے مسلمان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

واللہ صالح جوان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — عزم کی اک چٹان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

حق کے نگہبان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — دشمنِ شیطان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ملت کے پاسبان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — مشعلِ ایمان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

رہبرِ ذیشان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — قائدِ عالی شان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

اللہ کی برہان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر — خوشنودیٔ رحمان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ڈگریاں اتنی حاصل کیں جتنی کہ لے سکتے ہیں — اک عبقری انسان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

اردو عربی انگریزی ساری زبانوں کے عالم — ماہر ہفت لسان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

آپ ہیں اللہ کی نشانی اور ہیں شیروں کے شیر — فرزندِ احسان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ہیں خطیبِ شعلہ نوا، مرد حق شیریں زباں — وائل(1) سحبان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

فرزند شہید اسلام کے معروف عالم اور اسکالر — والد کی طرح ذیشان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ہیں یہ مبلغ ٹی وی کے میڈیا کے بھی ہیں یہ نقیب — کم عمری میں مہان(2) ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

خوش خلق و خوش سیرت ہر دل عزیز وشیریں بیان — خوبیوں کے عنوان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ایک اچھے ہیں رائٹر، ایڈیٹر ہیں اور ریڈر — 'یو کے' میں خصوصی مہمان ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

منتظم ہیں مقصود صاحب، محمد حفیظ راشد بشیر — جمعیت اولڈھم شفیق الرحمن ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

میں نے کئے کچھ وصف بیاں جو کہ بظاہر ان میں ہیں — اور بہت کچھ پنہاں ہیں، علامہ ابتسام ظہیر

ابنِ علامہ کو رکھ اپنی اماں میں اے خدا — اپنی اور سارے جہاں کی ہے یہی ثاقب دعا

(1) عرب کا مشہور خطیب (2) بڑی شخصیت

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب العمری، ڈڈلی

ابوضیاء تنزیل عابد (مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ ڈلن بنگلہ بورے والا)

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمٰن الرحيم

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذهِبَ عَنكُمُ الرِّجسَ اَهلَ البَيتِ وَيُطَهِّرَكُم تَطهِيرًا﴾ (سورة الاحزاب:33)

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ذی شان ہے؛

«فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ»

"تم پر میری سنت اور خلفاء راشدین جو کہ ہدایت یافتہ ہیں، کی پیروی لازم ہے۔"

ان خلفاءراشدین میں سب سے پہلے نمبر پر سیدنا ابو بکر صدیق ، دوسرے نمبر پر سیدنا عمر، تیسرے نمبر پر سیدنا عثمان اور چوتھے نمبر پر سیدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے، آپ کو جہاں خلیفہ رابع ہونے کا شرف حاصل ہے وہیں آپ کے حصے میں یہ مرتبت بھی آئی کہ آپ رسول اکرم ﷺ کے چچیرے بھائی اور داماد ہیں، نبی ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعارف

نام اور کنیت:

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی تھے، آپ کے داداعبد المطلب بن ہاشم پر آپ کا نسب خاندان نبوت سے مل جاتا ہے۔ عبد المطلب کے صاحبزادے ابوطالب، نبی کریم ﷺ کے والد عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔

آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ یہ نسبت آپ کے بڑے صاحبزادے حسن کی طرف ہے جو کہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوتراب بھی ہے، اس کنیت سے آپ کو نبی کریم ﷺ نے نوازا تھا، جب آپ کو ابوتراب کہہ کر پکارا جاتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے، اس کنیت کی وجہ یہ تھی کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو علی کو گھر پر نہ پایا، آپ نے پوچھا:

"تمہارے سسر زاد (شوہر) کہاں ہے؟

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

ایک معاملہ پر میرے اور ان کے درمیان اَن بَن ہوگئی، وہ مجھ سے ناراض ہو کر یہاں سے چلے گئے، میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ایک آدمی سے کہا: دیکھو وہ کہاں گئے، وہ صاحب تلاش کر کے لوٹے تو بتایا کہ

اے اللہ کے رسول! وہ مسجد میں سو رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو وہ بے خبر سو رہے ہیں اور نصف چادر زمین پر ہے، اور جسم پر مٹی لگی ہوئی ہے۔

آپ ﷺ علی کے جسم سے مٹی جھاڑنے لگے اور کہا: «قُمْ أَبَا تُرَاب» "اے ابوتراب! اٹھ جاؤ" (صحیح بخاری: 441 ؛ صحیح مسلم:6229)

ولادت

آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس برس پہلے ہوئی۔ (فتح الباری:7/174)

قبولِ اسلام:

بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایمان لے کر آئے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، اس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لا چکی تھیں، دیکھا تو دونوں نماز پڑھ رہے تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا معاملہ ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« دين الله الذي اصطفاه لنفسه وبعث به رسوله، فأدعوك إلى الله وحده لا شريك له، وإلى عبادته والكفر باللات والعزى»

"یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے اپنے لیے پسند کیا اور اسی کے لیے انبیاء کو مبعوث کیا ہے، میں تمہیں بھی اللہ واحد اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ لات اور عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کردو۔" (مشاہیر الصحابہ)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ وہ بات ہے جسے میں نے پہلے کبھی نہیں سنا اور جب تک میں ابوطالب سے ذکر نہ کرلوں کچھ فیصلہ نہیں کرسکتا، جب کہ رسول اللہ ﷺ کی منشا تھی کہ جب تک اسلام کی اعلانیہ دعوت کا آغاز نہ ہو یہ راز فاش نہ ہو، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَلِيُّ إِذَا لَمْ تُسْلِمْ فَاكْتُمْ»

”اے علی! اگر تم ایمان نہیں لاتے ہو تو اس کو ابھی پوشیدہ رکھنا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس رات خاموش رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی، صبح سویرے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: آپ نے مجھے کل کیا دعوت دی تھی؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَتَكْفُرْ بِاللّٰتِ وَ الْعُزّٰى وَتَبَرَأْ مِنَ الْأَنْدَادِ.

”اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کو معبود ماننے سے انکار کردو، اور کسی کو اس کا شریک ٹھہرانے سے براءت کا اظہار کرو۔“

چنانچہ علی نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا، پھر اسلام لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ابوطالب سے چھپ چھپا کر آیا کرتے اور اپنے اسلام کو ان پر ظاہر نہ کرتے۔[البدایۃ والنہایۃ: 4/61]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

ماجاء لأحد من أصحاب رسول الله ﷺ من الفضائل ماجاء لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه

”جتنے فضائل علی بن ابی طالب کے (احادیث میں) آئے ہیں اتنے فضائل کسی دوسرے صحابی کے نہیں آئے۔“ (مستدرک الحاکم: 4572 حسن)

اسی طرح امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جان لو، اللہ ہم اور تم پر رحم کرے، بے شک اللہ کریم نے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ فضیلت عطا فرمائی۔ خیر میں آپ کی پیش قدمیاں عظیم ہیں اور آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ عظیم فضیلت والے ہیں۔ آپ جلیل القدر، عالی مرتبہ اور بڑی شان والے ہیں۔

آپ رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور چچا زاد، حسن وحسین کے ابا، مسلمانوں کے مردِ میدان، رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرنے والے، ہم پلہ لوگوں سے لڑنے والے، امام عادل زاہد، دنیا سے بے نیاز (اور) آخرت کے طلب گار، متبع حق، باطل سے دور اور ہر بہترین اخلاق والے ہیں۔

اللہ ورسول آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ اللہ و رسول سے محبت کرتے ہیں۔

آپ ایسے انسان ہیں کہ آپ سے متقی مومن ہی محبت کرتا ہے اور آپ سے صرف منافق بدنصیب ہی بغض رکھتا ہے۔

عقل، علم، بردباری اور ادب کا خزانہ ہیں، رضی اللہ عنہ۔“

(الشریعۃ: ص714، 715)

چند فضائل پیشِ خدمت ہیں:

زبانِ نبوت سے جنت کی بشارت:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، أَنَّهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ، فَذَكَرَ رَجُلٌ عَلِيًّا- عَلَيْهِ السَّلَامِ-، فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقُولُ:عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ: وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ. وَلَوْ شِئْتُ لَسَمَّيْتُ الْعَاشِرَ! قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَسَكَتَ، قَالَ: فَقَالُوا: مَنْ هُوَ؟ فَقَالَ: هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ.

”جناب عبد الرحمٰن بن الاخنس سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب ایک شخص نے سیدنا علی کا ذکر کیا تو سیدنا سعید بن زید کھڑے ہوئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے:

” دس اشخاص جنت میں ہیں۔ نبی ﷺ جنت میں ہیں، ابو بکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر بن عوام جنت میں ہیں، سعد بن مالک جنت میں ہیں اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم جنت میں ہیں۔“

اگر میں چاہوں تو دسویں کا نام بھی لے سکتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو وہ خاموش ہو رہے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کون ہے تو انہوں نے کہا: وہ سعید بن زید ہے۔(سنن ابوداود: 4649)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

القائمُ بعدِي في الجنةِ ، والّذي يقومُ بعدَهُ في الجنةِ ، والثالثُ والرابعُ في الجنةِ

”میرے بعد شریعت پر عمل پیرا ہونے والا جنت میں جائے گا اور اس کے بعد شریعت کو اپنانے والا اور اس کے بعد تیسرے دور کا آدمی اور اسکے بعد چوتھے دور کا آدمی سب جنت میں داخل ہوں گے۔“ (سلسلہ صحیحہ: 2319)

نبی ﷺ کے جانشین:

مشہور جلیل القدر صحابی اور فاتح قادسیہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أنت مني بمنزلة هارون من موسٰى، إلا أنه لانبي بعدي

”تیری میرے ساتھ وہی منزلت ہے جو سیدنا ہارون علیہ السلام کی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ہے الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ (صحیح بخاری: 3706)

اس حدیث سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان ہونا ثابت ہوتا ہے، لیکن یاد رہے کہ اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی علامت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اس ذات (اللہ) کی قسم ہے جس نے دانہ پھاڑا (فصل اگائی) اور مخلوقات پیدا کیں، میرے ساتھ نبی اُمی ﷺ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ میرے (علی کے) ساتھ محبت صرف مومن ہی کرے گا اور (مجھ سے) بغض صرف منافق ہی رکھے گا۔" (صحیح مسلم: 78/131)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مومنین محبت کرتے ہیں اور بغض کرنے والے منافق ہیں۔ تمام اہلِ سنت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت اور پیار کرتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ

"ایک قوم (لوگوں کی جماعت) میرے ساتھ (اندھا دھند) محبت کرے گی حتیٰ کہ وہ میری (افراط والی) محبت کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی اور ایک قوم میرے ساتھ بغض رکھے گی حتیٰ کہ وہ میرے بغض کی وجہ سے (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگی۔" (فضائل الصحابہ: 2/ 565، ح952 صحیح)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ راضی تھے:

سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ نے اس حالت میں وفات پائی کہ آپ ﷺ سیدنا علی، سیدنا عثمان، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم سے راضی تھے۔ (صحیح بخاری: 3700)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کے ولی (دوست) ہیں:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛

إن علياً مني وأنا منه وهو ولي كل مؤمن

(جامع ترمذی: 3712 صححہ الالبانی)

"بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں۔"

یعنی رسول اللہ ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ ہر مومن علی سے محبت کرتا ہے۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من كنت مولاه فعلي مولاه

"جس کا میں مولیٰ ہوں تو علی اس کے مولیٰ ہیں۔" (جامع ترمذی: 3713 صححہ الالبانی)

لغت میں مخلص دوست کو بھی مولیٰ کہتے ہیں۔[دیکھئے القاموس الوحید: ص1900]

نبی کریم ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أنت أخونا ومولانا (صحیح بخاری: 2699)

"تُو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔"

آپ ﷺ نے سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

هذا مني وأنا منه

"یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔" (صحیح مسلم: 2472)

بعض روافض کا حدیثِ ولایت سے سیدنا علی کی خلافتِ بلا فصل کا دعویٰ کرنا ان دلائل سابقہ و دیگر دلائل کی رُو سے باطل ہے۔

نبی ﷺ کی دعا:

ایک دفعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو نبی کریم ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی؛

اللّٰهُمَّ عافه أو اشفه

"اے اللہ! اسے عافیت یا شفا عطا فرما۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس کے بعد کبھی بیمار نہیں ہوا۔ (مسند احمد: 637 حسن)

زبانِ نبوت سے شہید کا لقب ملا:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ حراء پہاڑ پر تھے، آپ کے ساتھ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے، اتنے میں چٹان حرکت کرنے لگی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ، أَوْ صِدِّيقٌ، أَوْ شَهِيدٌ»

"تھم جاؤ، کیونکہ تمہارے اوپر نبی، صدیق، اور شہید ہیں۔" [مسلم: 2417]

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ابن ملجم، بُرک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر التمیمی ایک جگہ جمع ہوئے، ملکی حالات پر گفتگو کی۔

چنانچہ ابن ملجم نے کہا: میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو قتل کروں گا، بُرک بن عبداللہ نے کہا: میں معاویہ کو قتل کروں گا، عمرو بن بکر تمیمی نے کہا: میں عمرو بن عاص کو قتل کروں گا، پھر انھوں نے اپنی اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے ایک دوسرے سے پختہ وعدہ اور قسمیں لیں اور یہ طے ہوا کہ جس کے ہدف پر جو آدمی ہے وہ اسے ہر حال میں قتل کرے گا، یا خود بھی مار دیا جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی اپنی تلواریں لیں اور اسے زہر آلود کیا، 17/ رمضان کی تاریخ پر سب کا اتفاق ہوا کہ اس دن ہر ایک اپنے اپنے مطلوبہ شخص پر حملہ کرے، پھر یہ سب اپنے اپنے مطلوبہ شخص پر حملہ کی تلاش میں ان کے شہروں میں چلے گئے۔ (تاریخ الطبری: 6/56)

ابن الحنفیہ کا بیان ہے کہ میں نے بھی اس رات لوگوں کے ساتھ جامع مسجد میں نماز پڑھی تھی جس میں نمازیوں کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ لوگ دروازہ کے قریب تک نماز پڑھ رہے تھے، کوئی قیام میں تھا، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں، پوری پوری رات وہ عبادت کرنے اور نماز پڑھنے سے نہیں اکتاتے تھے، اسی رات کی صبح علی فجر کی نماز کے لیے نکلے اور حسب

معمول لوگوں کو نماز! نماز! کی ندا دینے لگے، مجھے یاد نہیں ہے کہ
آپ دروازہ سے باہر نکل سکے تھے یا نہیں اور نماز! نماز! کی ندا لگا پائے تھے یا نہیں، اتنے میں میں نے ایک چمک دیکھی اور یہ آواز سنی کہ

الحکم للہ یا علي لا لك و لا لأصحابك یا علي!

”حکومت صرف اللہ کی ہے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی نہیں۔“

پھر میں نے ایک تلوار دیکھی اور پھر فوراً دوسری تلوار پر نظر پڑی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

یہ آدمی بھاگ کر نکلنے نہ پائے، لوگوں نے ہر طرف سے اسے گھیر لیا، پھر وہ جنبش نہ کر سکا کہ پکڑ لیا گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں کے ساتھ میں بھی آپ کے پاس گیا، آپ فرمارہے تھے:

جان جان کے بدلے، اگر میں مرجاؤں تو جس طرح اس نے مجھے قتل کیا ہے اسے بھی قتل کردینا اور اگر میں زندہ بچا تو خود دیکھ لوں گا۔

محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد لوگ گھبراہٹ کے عالم میں حسن کے پاس گئے، ابن ملجم ان کے سامنے مشکوں میں بندھا کھڑا تھا، سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علی نے جو کہ اپنے والد کی حالت دیکھ کر رو رہی تھیں، ابن ملجم سے کہا:

اے اللہ کے دشمن! میرے باپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا اور اللہ تجھے رسوا کرے گا، ابن ملجم نے کہا:

پھر تم رو کیوں رہی ہو؟ میں نے اس تلوار کو ایک ہزار درہم میں خریدا تھا اور ایک ہزار خرچ کر کے اسے زہر آلود کیا تھا، اگر اس کی ضرب تمام اہل شہر پر پڑے تو بھی کوئی شخص زندہ نہ بچے۔ (تاریخ الطبری: 6/62)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے چند قابلِ عمل گوشے

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی ہمارے لئے نمونہ، مثال اور ماڈل ہے، اب ہم سیرتِ علی کی چند باتیں آپ کے سامنے رکھیں گے جن پر عمل کر کے زندگیاں سنواری جاسکتی ہیں۔

1۔ فرمانِ رسول ﷺ پر یقین:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے، ابو مرثد اور زبیر کو رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم پر بھیجا۔ ہم سب شہسوار تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تم لوگ سیدھے چلے جاؤ۔ جب روضہ خاخ پر پہنچو تو وہاں تمہیں مشرکین کی ایک عورت ملے گی، وہ ایک خط لیے ہوئے ہے جسے سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین کے نام بھیجا ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے جس جگہ کا پتہ دیا تھا ہم نے وہیں اس عورت کو ایک اونٹ پر جاتے ہوئے پالیا۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط لا۔ وہ کہنے لگی کہ میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے اس کے اونٹ کو بیٹھا کر اس کی تلاشی لی تو واقعی ہمیں بھی کوئی خط نہیں ملا۔ لیکن ہم نے کہا:

مَا كَذَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَتُخْرِجِنّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُجَرِّدَنّكِ

”حضور ﷺ کی بات کبھی غلط نہیں ہو سکتی خط نکال ورنہ ہم تجھے ننگا کر دیں گے۔“

جب اس نے ہمارا یہ سخت رویہ دیکھا تو ازار باندھنے کی جگہ کی طرف اپنا ہاتھ لے گئی وہ ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نے خط نکال کر ہم کو دے دیا ہم اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس نے (یعنی حاطب بن ابی بلتعہ نے) اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے دغا کی ہے حضور ﷺ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی گردن ماردوں، لیکن حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ حاطب ﷺ بولے اللہ کی قسم! یہ وجہ ہرگز نہیں تھی کہ اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان باقی نہیں رہا تھا میرا مقصد تو صرف اتنا تھا کہ قریش پر اس طرح میرا ایک احسان ہو جائے اور اس کی وجہ سے وہ (مکہ میں باقی رہ جانے والے) میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں آپ کے اصحاب میں جتنے بھی حضرات (مہاجرین) ہیں ان سب کا قبیلہ وہاں موجود ہے اور اللہ ان کے ذریعے ان کے اہل و مال کی حفاظت کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے سچی بات بتادی ہے اور تم لوگوں کو چاہئے کہ ان کے متعلق اچھی بات ہی کہو حضرت عمر نے پھر عرض کیا:

إِنَّهُ قَدْ خَانَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَدَعْنِي فَلِأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ أَلَيْسَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمْ الْجَنَّةُ أَوْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَدَمَعَتْ عَيْنَا عُمَرَ وَقَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ

”اس شخص نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے دغا کی ہے آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ بدروالوں میں سے نہیں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حالات کو پہلے ہی سے جانتا تھا اور وہ خود فرما چکا ہے کہ

”تم جو چاہو کرو، تمہیں جنت ضرور ملے گی۔“ (یا آپ نے یہ فرمایا کہ) میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔“ (صحیح بخاری: 3983)

2۔ فرمانِ رسول ﷺ پر عمل:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ تَسْأَلُهُ خَادِمًا، فَقَالَ: «أَلَا أُخْبِرُكِ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْهُ؟

تُسَبِّحِينَ اللَّهَ عِنْدَ مَنَامِكِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتَحْمَدِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَتُكَبِّرِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ» ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ: إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ، فَمَا تَرَكْتُهَا بَعْدُ، قِيلَ: وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ؟ قَالَ: وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ

"سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھیں اور آپ سے ایک خادم مانگا تھا، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے لیے اس سے بہتر ہو۔ سوتے وقت تینتیس (33) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (33) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (34) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔" امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان میں سے ایک کلمہ چونتیس بار کہہ لے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں نے ان کلموں کو کبھی نہیں چھوڑا۔ ان سے پوچھا گیا جنگ صفین کی راتوں میں بھی نہیں؟ کہا کہ صفین کی راتوں میں بھی نہیں۔ (صحیح بخاری: 5362)

3۔ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَعْتَمِرَ أَرْسَلَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ يَسْتَأْذِنُهُمْ لِيَدْخُلَ مَكَّةَ، فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُقِيمَ بِهَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ، وَلَا يَدْخُلَهَا إِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ، وَلَا يَدْعُوَ مِنْهُمْ أَحَدًا، قَالَ: فَأَخَذَ يَكْتُبُ الشَّرْطَ بَيْنَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ، فَقَالُوا: لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ نَمْنَعْكَ وَلَبَايَعْنَاكَ، وَلَكِنِ اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ: «أَنَا وَاللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَنَا وَاللَّهِ رَسُولُ اللَّهِ» قَالَ: وَكَانَ لَا يَكْتُبُ، قَالَ: فَقَالَ لِعَلِيٍّ: «امْحَ رَسُولَ اللَّهِ» فَقَالَ عَلِيٌّ: وَاللَّهِ لَا أَمْحَاهُ أَبَدًا، قَالَ: «فَأَرِنِيهِ»، قَالَ: فَأَرَاهُ إِيَّاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرہ کرنا چاہا تو آپ نے مکہ میں داخلہ کے لیے مکہ کے لوگوں سے اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا۔ انہوں نے اس شرط کے ساتھ (اجازت دی) کہ مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ ہتھیار نیام میں رکھے بغیر داخل نہ ہوں اور (مکہ کے) کسی آدمی کو اپنے ساتھ (مدینہ) نہ لے جائیں (اگرچہ وہ جانا چاہے) انھوں نے بیان کیا کہ پھر ان شرائط کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے لکھنا شروع کیا اور اس طرح "یہ محمد اللہ کے رسول کے صلح نامہ کی تحریر ہے۔"

مکہ والوں نے کہا کہ اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ کو روکتے ہی نہیں بلکہ آپ پر ایمان لاتے، اس لیے تمہیں یوں لکھنا چاہئے، "یہ محمد بن عبداللہ کی صلح نامہ کی تحریر ہے۔"

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ گواہ ہے کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ گواہ ہے کہ میں اللہ کا رسول بھی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا نہیں جانتے تھے۔

راوی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ خدا کی قسم! یہ لفظ تو میں کبھی نہ مٹاؤں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

پھر مجھے دکھلاو، راوی نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ لفظ دکھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا۔ (صحیح بخاری: 3184)

4۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت:

غروہ خیبر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

"کل جھنڈا اسی شخص کے ہاتھ میں ہوگا جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اسے پسند کرتا ہے۔" (صحیح مسلم: 6223)

یہ جھنڈا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔

5۔ شجاعت و بہادری:

غروہ خیبر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ، يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

"کل جھنڈا اسی شخص کے ہاتھ میں ہوگا جو اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے، اور اللہ اور اس کا رسول اسے پسند کرتا ہے۔"

چنانچہ صحابہ نے اس فکر و تمنا میں رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ معلوم نہیں کون اس کا حق دار ہوگا، صبح ہوئی سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور ہر ایک اس سرفرازی کے لیے منتظر رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ»

"علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے، لیکن انہیں بلایا گیا اور وہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لیے دعا فرمائی، جس سے ان کی تکلیف ایسے دور ہوگئی گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ میں عَلَم دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا میں اس وقت تک ان سے قتال کروں جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُنْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَايَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللهِ فِيْهِ، فَوَ اللهِ لِأَنْ يَهْدِيَ اللهُ بِكَ رَجُلًا وَاحِدًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لَكَ حُمُرُ النَّعَمِ.»

”تم اپنی مہم پر اطمینان سے گامزن ہو جاؤ، اور ان سے مقابلہ میں اتر کر انھیں اسلام کی دعوت دو اور انھیں بتاؤ کہ اللہ کا ان پر کیا حق ہے واللہ اگر تمہارے ہاتھ پر ایک آدمی بھی ہدایت پا جائے تو تمہارے لیے بے شمار سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔“ (صحیح مسلم:6223)

چنانچہ آپ نے قدم آگے بڑھایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں خیبر فتح کیا۔ اس غزوہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بہادری کے جوہر دکھائے اور یہودیوں کے سورما مرحب سے ٹکر لی، مرحب جب ان اشعار کو پڑھتے ہوئے آگے بڑھا:

قَدْعَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّيْ مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مَجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوْبُ أَقْبَلَتْ تَلْهَبُ

”خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش، بہادر اور تجربہ کار! جب جنگ و پیکار شعلہ زن ہو۔“

اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جواباً یہ اشعار پڑھ کے اور آگے بڑھے:

أَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ أُمِّيْ حَيْدَرَه
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَه
أَوْ فِيْهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَه

”میں وہ شخص ہوں کہ میرا نام میرے ماں نے حیدر (شیر) رکھا ہے، جنگل کے شیر کی طرح خوفناک، انھیں صاع کے بدلہ نیزہ کی ناپ پوری کروں گا۔“

پھر آپ نے مرحب کے سر پر زبردست وار کیا، اسے قتل کر دیا اور آپ کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔ (صحیح مسلم:1807)

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ أَشْهِدَ عَلِيٌّ بَدْرًا قَالَ بَارَزَ وَظَاهَرَ

”ایک شخص نے سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور میں سن رہا تھا کہ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ بدر کی جنگ میں شریک تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں انہوں نے تو مبارزت کی تھی اور غالب رہے تھے۔ (صحیح بخاری: 3970)

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: تَقَدَّمَ -يَعْنِي: عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ-، وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ، فَنَادَى: مَنْ يُبَارِزُ؟ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ فَأَخْبَرُوهُ، فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ، إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: قُمْ يَا حَمْزَةُ، قُمْ يَا عَلِيُّ، قُمْ يَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْحَارِثِ فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتُلِفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ، فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جنگ بدر میں) عتبہ بن ربیعہ سامنے آیا اور اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور بھائی بھی آ گئے تو اس نے للکارا: کون ہے جو مقابلے میں آئے؟ اس پر انصاری جوان سامنے آئے۔ اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے اس کو بتا دیا (کہ ہم انصاری جوان ہیں) اس نے کہا: ہمیں تم سے کوئی مطلب نہیں۔ ہم اپنے چچا زاد چاہتے ہیں۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

” اٹھو، اے حمزہ! اٹھو، اے علی! اٹھو، اے عبیدہ بن حارث!) چنانچہ حمزہ عتبہ کے مقابل ہوئے اور میں (علی) شیبہ کے سامنے آیا۔ عبیدہ اور ولید کے درمیان دو دو واروں کا مقابلہ ہوا اور ہر ایک کو ایک دوسرے سے چوٹیں لگیں (اور زخمی ہوئے) پھر ہم دونوں ولید پر چڑھ دوڑے اور اس کو قتل کر ڈالا اور عبید کو اٹھا لائے۔“ (سنن ابوداود:2665 صححہ الالبانی]

6۔ جاہلی رسومات کا خاتمہ:

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ

”ابو الہیاج اسدی سے روایت ہے، انہوں نے کہا: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: کیا میں تمہیں اس (مہم) پر روانہ نہ کروں جس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے روانہ کیا تھا؟ (وہ یہ ہے) کہ تم کسی تصویر یا مجسمے کو نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا دینا اور کسی بلند قبر کو نہ چھوڑنا مگر اسے (زمین کے) برابر کر دینا۔“ (صحیح مسلم:2243)

☆☆☆

مایہ ناز خطیب، مفکر اسلام، عظیم اسکالر،
پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی، پروفیسر پنجاب یونیورسٹی اور مقرر پیس ٹی وی

عالم دیں ہیں، عظیم اسکالر، پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی — عظیم خاندان کے عظیم دانشور، پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی
پروفیسر پنجاب یونیورسٹی کے، مقرر ہیں پیس ٹی وی کے — آج کے ہیں یہ مہمان اسپیکر، پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب العمری

تاثرات

الحمد للہ تاریخ اہل حدیث کی جلد سوم کی تکمیل کے ساتھ بر صغیر کی جماعت اہل حدیث کی تاریخ اور ورثے پر 2 ہزار صفحات پر مشتمل مواد مرتب ہو گیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ مزید کام جاری ہے اور نہ معلوم قلم کا یہ سفر ابھی کن کن سنگ ہائے میل کو عبور کرے گا۔

تاریخی نوعیت کے اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں اہل حدیث اکابرین نے تاریخ اہل حدیث کی ترتیب وتسوید کی ضرورت کو محسوس کیا، پھر پوری صدی ہر طالب وشائق تمنا کرتا رہا کہ جماعت اہل حدیث کی تاریخ مرتب ہو جائے۔

جیسا کہ اپریل 1913ء میں بنگال وبہار کے ایک سفر کے بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"میں اس سفر میں یہ بات بھی سوچتا رہا کہ بنگالہ میں اہل حدیث جماعت کی اتنی کثرت کیسے اور کس ذریعہ سے ہوئی، تو مجھے بتلایا گیا کہ جناب مولانا عنایت علی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ صاحبان کی یہ برکت ہے جس کا مفصل ذکر تاریخ اہل حدیث میں ہو گا، جس کی تصنیف اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے سپرد ہوئی ہے جس کی فکر میں مولوی صاحب موصوف ابھی سے لگ رہے ہیں۔ خدا راستا لائے۔

اہل علم کو چاہیے کہ اپنے اپنے معلومات سے مولوی صاحب موصوف کو مدد دیں تاکہ یہ بے نظیر کتاب آئندہ جلسہ کانفرنس تک چھپ کر تیار ہو جائے۔"

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، 25۔ اپریل 1913ء، ص2)

مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک تاریخ اہل حدیث کی تصنیف میں مصروف رہے لیکن خرابی صحت اور دیگر تدریسی و تبلیغی مشاغل ان کی تصنیفی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتے رہے۔ ایک دفعہ بیماری سے صحت یاب ہوئے تو انہوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے قارئین کو مخاطب کرکے لکھا:

"آپ حضرات دعا کریں کہ خدا تعالیٰ نے صحت دی ہے تو نیک اعمال کی توفیق دے اور اس کار عظیم یعنی تاریخ اہل حدیث کو اختتام تک پہنچا کر اسے میرے اور دیگروں کے لئے باعث خیر وبرکت اور موجب صلاحیت وہدایت کرے۔" آمین۔

(عبدہ محمد ابراہیم سیالکوٹی ، ہفت روزہ اہل حدیث، 17مارچ 1922ء، ص4)

اور اس موضوع پر کسی حد تک کام ہوا بھی، جیسا کہ جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کے منتظر ایک سائل کو بواسطہ جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"تاریخ اہل حدیث کی بابت استفسار کرنے والے کو بذریعہ اخبار اطلاع دے دیں کہ اس کی پہلی جلد (یعنی حصہ اول) تو صاف خط میں لکھوا کر تیار کر رکھی ہے لیکن اجلاس کانفرنس میں اس لئے پیش نہیں کر تا کہ جب حافظ صاحب غازی پوریؒ اور مولانا رحیم آبادیؒ کا خیال آتا ہے کہ وہ اب نہیں ہیں تو دل بجھ جاتا ہے کہ وہاں اب اس کو کون دیکھے گا، اسی شش وپنج میں توقف ہو رہا ہے۔ اور دوسری جلد شروع ہے۔ مضمون کتابوں کی ورق گردانی کے لحاظ سے کچھ محنت طلب آ گیا تھا۔ دن کو بوجہ اشتغال مدرسہ دار الحدیث فرصت نہیں ملتی تھی، اس لئے تاریخ کا کام رات کو کرتا تھا۔ دماغ پر محنت زیادہ پڑنے کے سبب بیمار ہو گیا۔ اس وقت سے تصنیف کا کام بند ہے۔ کتابیں اسی طرح سرہانے رکھی ہوئی ہیں۔ انشاء اللہ آج کل پھر شروع کر دونگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ 21دسمبر 1923ء ص13)

جناب میر کے علاوہ دیگر کئی بزرگوں نے بھی اس دشت خار میں رہ نوردی کی لیکن اکیسویں صدی کے اوائل میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے ادارۃ البحوث الاسلامیہ کی سالانہ رپورٹ (جولائی 2006ء) پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری حفظہ اللہ نے فرمایا:

بر صغیر میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ کی ترتیب ایک اہم علمی منصوبہ ہے اسے جماعت پر قرض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ افسوس کہ اس وقت جماعتی تاریخ کی بجائے افراد کی تاریخ کو مدون کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے جماعتی مدارس اور علمائے جماعت کی تصانیف کے موضوع پر نقش اول کے طور پر کچھ کام کیا لیکن اسے وسعت کے ساتھ مکمل کرنے کی ضرورت ہے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کے ایسے بندے ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جو اس عظیم جماعتی خدمت کے لئے خود کو تیار کریں گے۔

گو یا زبان حال سے یہ کہا جا رہا تھا:

کانٹوں زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب
کوئی آبلہ پا وادی پر خار میں آئے

اور شیخ عبد المعید مدنی حفظہ اللہ نے اسی تاریخ اہل حدیث کی جلد اول پر اپنے تاثرات قلمبند فرماتے ہوئے اپریل 2007ء میں لکھا تھا:

ہماری تاریخ کے اوراق تتر بتر ہو گئے۔ کچھ طوطیاں لے اڑیں، کچھ قمریاں اور کچھ زاغ وزغن کے ہاتھ لگا اور بہت کچھ پر نہنگوں نے اپنا نشیمن بنا ڈالا۔۔۔

اور تاریخ اہلحدیث کی ترتیب بہت مشکل کام ہے ۔۔۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب اپنی تاریخ کے اوراق کو ترتیب دینے بیٹھ گئے ہیں۔ ان کے حوصلے اور ہمت ، جان کاری اور دیدہ ریزی کی داد پوری اہلحدیث برادری پہلے دے چکی ہے جب انہوں نے چار جلدوں میں دو ہزار صفحات میں قادیانیت کے شجر ملعون کو اکھاڑ پھینکنے کی اہلحدیث سرگرمیوں کو صفحات قرطاس پر سجایا تھا۔۔

(اب الحمد للہ 6 جلدیں چھپ چکی ہیں، ساتویں اور آٹھویں جلدیں چھپنے کیلئے انڈیا و پاکستان بھیجی جاچکی ہیں۔ جمیل)

اب پھر پوری برادری اور سارے حقیقی تاریخ کے متلاشی ان کیلئے دعاگو ہیں اور آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جماعت کا یہ قرض وہ چکا دیں۔ معبود حقیقی سے دعا ہے کہ یہ خواب پورا ہو اور مفصل، مدلل اور صحیح تاریخ اہلحدیث مرتب ہو جائے۔

تاریخ اہل حدیث کی ترتیب بہت مشکل کام ہے۔ جو شئے کئی دہائیوں سے گمشدہ کے کھاتے میں پڑی ہو اسے تلاش کر لینا اس کے بس کی بات ہے جسے اللہ نے بہت بڑے حوصلے اور ہمت سے نوازا ہو۔ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں۔

اور جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد سے لکھتے ہیں :

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ جماعت اہل حدیث کے اس گروہ باصفا سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنھوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ دینی و جماعتی خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کا شمار عصر رواں کے نامور قلم کاروں میں ہو تا ہے اور انہوں نے قلم و قرطاس کے ذریعہ تاریخ کے سینے پر ان مٹ نقوش ثبت کئے ہیں، اب ان کا شمار برصغیر پاک وہند اور برطانیہ کی جماعت اہلحدیث کے چوٹی کے مصنفین میں ہونے لگا ہے اور اہل علم انہیں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے محقق و مورخ کے طور پر جاننے لگے ہیں۔ ان کی کتابو ں میں عقیدے کی پختگی، فکر کی بلندی، تاریخی حالات وواقعات کی صحت و ثقاہت، توحید و سنت کا احیاء اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت کے پہلو نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ قلم کی زبان نہایت شستہ و سلیس اور ندر ت کا پہلو لئے ہوئے ہے ان کی تحریر میں علمی شان اور مؤرخانہ بصیرت واضح دکھائی دیتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے رواں اور پر بہار قلم سے جو علمی تاریخی اور تحقیقی کتب معرض وجود میں آئی ہیں ان میں تحریک ختم نبوت نہایت بلند پایہ تاریخی کتاب ہے جس میں انہوں نے فتنہ مرزائیت کے خلاف اہل اسلام کی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

1891ء سے 1912ء تک کے دور کی تاریخ پر مشتمل اس کتاب کی چار ہزار صفحات پر مشتمل 8 جلدیں تیار ہو چکی ہیں مزید دو جلدیں تیار ہو رہی ہیں۔ یہ قاموسی انداز میں تاریخی نوعیت کا کام ہے جس میں تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے واقعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی اس ضمن میں انہوں نے مرزا قادیانی اور اس کے قریبی لوگوں کی کتابوں سے اس کے افکار و نظریات عقائد باطلہ اور اس کی پیش گوئیوں کو نقل کر کے اس کی سخت گرفت اور نکیر کی ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں سینکڑوں حوالے دیئے ہیں اور اس کے علاوہ بعض جلدوں میں شخصیات کا عنوان دے کر اس دور کے مجاہدین ختم نبوت کی مساعی کا دل آویز تذکرہ کیا ہے۔

اس کتاب میں علمائے اہل حدیث کی ردّ قادیانیت پر نا در و نایاب تحریریں بھی شامل کر دی گئی ہیں جو کہ مرور زمانہ کے سبب ناپید ہوتی دکھائی دیتی تھیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جاری ہونے والے پہلے متفقہ فتویٰ تکفیر کو اس میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس فتوی کے مرتب کرنیوالے جناب محمد حسین بٹالوی ؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کا تقریباً ایک تہائی حصہ جو کہ ردّ قادیانیت پر تھا، اڈیٹ کر کے تلخیص واختصار کے ساتھ اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ سے ردّ قادیانیت پر قیمتی مواد، اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تائید الاسلام اور غایۃ المرام، جناب محمد اسماعیل علی گڈھی کی اعلاء الحق الصریح۔ اور جناب محمد بشیر سہسوانی کی الحق الصریح فی حیاۃ المسیح، جناب عبد المجید دہلوی کی بیان للناس، جناب عبد اللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس، جناب محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی، شیخ غلام حیدر کی عشرہ کاملہ، جناب ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی سے ردّ قادیانیت کے مضامین، جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی الخبر الصحیح، اور شہادۃ القرآن ملخصًا، اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ (اور آنے والی جلدوں میں جناب ابو الحسن سیالکوٹی کی بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی، اور منشی الٰہی بخش کی عصائے موسیٰ کو اڈیٹ کر کے نذر قارئین کرنے کا ارادہ ہے۔ بہاء الدین)

اس اعتبار سے یہ کتاب تحریک ختم نبوت پر ایک مستند مدلل اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کی کیفیت و کمیت کے لحاظ سے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا کہ زیر نظر موضوع پر ایسی کتاب اس سے پہلے مرتب نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر بہاء الدین نہایت بااخلاق ملنسار اور نیک انسان ہیں، انہوں نے تصنیف و تالیف سے جماعت کیلئے گراں قدر خدمات سر انجام دی ہیں ۔ اگست 2005ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے انہیں مورخ عصر کے خطاب سے نوازا، اور فریوائی اکیڈیمی (ہند) نے ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں 2008ء کیلئے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایوارڈ سے نوازا۔ بلاشبہ وہ جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالی انہیں صحت و سلامتی سے رکھے اور ان کا راہوار قلم جماعت کیلئے لوکوولالہ بکھیر تا رہے۔ انتہی مختصراً

حضرت مؤلف نے تاریخ اہل حدیث کی جلد اول میں عرض مؤلف میں لکھا تھا کہ وہ علماء و صلحاء کے لئے عمومی طور استعمال کئے جانے والے القاب ترک کر کے جناب کا لفظ استعمال کریں گے ۔ اس پر جن بزرگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اس ضمن میں مؤلف محترم نے حضرت مولانا جناب ثناء اللہ امرتسری کی ایک نایاب تحریر سے مجھے واقف کرایا ہے جو حقیقتاً دلچسپ اور ناظرین کے علم میں لائے جانے کے لائق ہے۔ حضرت مولانا امرتسری ؒ

فرماتے ہیں :
اسلامی اصطلاح میں مولوی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علوم شرعیہ بذریعہ عربی زبان کے جانتا ہو۔ علوم شرعیہ میں بہت بڑا ماہر ہو تو عزت کے طور پر مولانا کہا جاتا ہے مگر پنجاب کے اسلامی جرائد نے مولانا کے لفظ کو اس کثرت سے استعمال کیا کہ جس میں علوم شرعیہ کی کوئی ضرورت نہ رہی اسلئے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے طلباء نے شوکت علی، محمد علی صاحبان کو مولانا کا آنریری خطاب دیا۔
اس کے بعد تحریک خلافت شروع ہوئی تو اس لقب نے وہ عمومیت حاصل کی کہ علی گڈھ گزٹ میں ایک نظم چھپی اس میں ایک شعر یہ تھا:

نہ مذہب سے ہوئے واقف نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ وشملہ لگے کہلانے مولانا

خدا بھلا کرے معاصر زمین دار کا جو عین وقت پر سنبھلا اور اس نے محسوس کیا کہ مولانا کا لفظ بہت پامال ہو گیا اس لئے اس نے بروقت آواز اٹھائی کہ احرار کیلئے مولانا کا لفظ نہ بولا جائے گا۔ اسکے اعلان کے الفاظ یہ ہیں :

زعماء اسلام کا امتیازی لقب مولانا کی بجائے آقا
قارئین کرام کو یاد ہو گا کہ جناب نقاش نے کچھ دن ہوئے زمیندار سے سفارش کی تھی کہ از بسکہ وہ تمام رہنما جو تحریک ترک موالات کے دور میں حشرات الارض کی طرح ملک کے ہر حصہ میں پیدا ہو گئے تھے مولانا کہلانے لگے تھے اس لئے تمام احرار ملت کے لئے ان کے ایثار یا علم وفضل کے اعتبار سے کوئی ایسا لقب تجویز کرنا چاہیے جس سے ایک گروہ کے عشق اور دوسرے گروہ کی ہوسناکی کے درمیان تمیز ہو سکے۔ آج جب حسن اتفاق سے صدر مجلس خلافت آقائے سید محمد داؤد غزنوی تشریف فرمائے لاہور ہوئے تو جناب نقاش کی تجویز آپ کے سامنے پیش ہوئی۔
آپ نے اس خیال سے اتفاق ظاہر فرمایا کہ مولانا کا لقب حقیقت میں اب بہت ہی عامیانہ ہو گیا ہے اور نااہلوں نے اسے ذلیل کر دیا ہے اس لئے احرار اسلام کے لئے آقا کا تعظیمی لفظ موزوں ہو گا جو افغانستان، ایران، ترکستان اور سرحد میں شرفاء معززین اور زعماء قوم کا لقب ہے۔ اس بحث میں فخر احرار چودھری افضل حق نے بھی حصہ لیا اور اس تجویز پر صاد کیا۔
زمین دار کا سر تسلیم اس فیصلہ کے آگے خم ہے اور آئندہ زعماء اسلام کو اسی تعظیمی لقب سے یاد کیا جائے گا۔ (زمین دار۔لاہور۔21۔اکتوبر 1928ء)
(مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) :
موصوف (اڈیٹر زمین دار جناب ظفر علی خان) کے کلام کے اتنے حصے میں تو ہم متفق ہیں کہ مولانا کا لفظ ہر کہ ومہ پر بولا جانے سے واقعی پامال ہو گیا بقول:
مئے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است بلکہ خود ، مئے ، شود از صحبت ناداں بدنام
اس لئے ہم آئندہ کو سختی کے ساتھ اس لفظ کو اصلی اصطلاحی محل پر بولیں گے ۔ لیکن آقا کا لفظ بھی سردست ہم نہ بولیں گے تاوقتیکہ ہمیں بضمانت یہ یقین نہ دلائی جائے کہ آئندہ کو اس کی بھی وہی درگت نہ بنے گی جو مولانا کی بنی۔۔۔
مولانا کے بعد بیچارہ، علامہ، کی باری ہے۔ دیکھئے اس کی بے عزتی کی انتہاء کب ہوتی ہے۔ دہلی میں تو علامہ کی انتہاء ہو چکی ہے جو لوگ دہلی کے محاورات خاصہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ وہاں یہ لفظ کہاں تک انتہائی ذلت کو پہنچ چکا ہے۔ اب لاہور کی باری ہے خدا خیر کرے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 2 نومبر 1928ء ص6۔7)
اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ محترم ظفر علی خانؒ، علامہ سید محمد داؤد غزنویؒ، محترم افضل حقؒ، اور علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کا اتفاق تھا کہ مولانا وغیرہ کے القاب بے معنی ہو جانے کے باعث ترک کئے جانے کے قابل ہیں۔ یہ بزرگ 80 سال قبل جن وجوہ سے اس فیصلہ پر پہنچے تھے غالباً حضرت مؤلف کے فیصلہ کے پیچھے بھی وہی وجوہ کار فرما ہیں۔
تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت پر مجموعی طور پر چھ ہزار صفحات پر مشتمل تالیفاتی کام کی انجام دہی پر محسن جماعت کی ہمت، حوصلے اور سعی پیہم کی داد دیئے بغیر چارہ نظر نہیں آتا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس بسطۃ فی العلم والجسم کام کو امت مسلمہ کے لئے نفع بخش اور حضرت مؤلف کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین
ان پروجیکٹوں کے سلسلہ میں یہ بندہ عاجز شروع ہی سے محسن جماعت کے ساتھ قریبی رابطے میں ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ
آئندہ دو جلدیں حضرت میاں صاحب شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، اور حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے سوانح اور خدمات پر مشتمل ہوں گی۔ اہل علم سے میری درخواست ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی حیات وخدمات کے کسی گوشے پر کسی قسم کی معلومات ودستاویزات ان کے علم میں ہوں تو ان کی جانب رہنمائی کی درخواست ہے۔
اس موقع پر مرکزی جمیعت اہلحدیث ہند کی جملہ موجودہ قیادت بالخصوص حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخ اہلحدیث کی اشاعت کا یہ عظیم الشان کام ان کے نصیب میں آیا ہے۔ آپ پہلی اور دوسری جلد شائع کر کے عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں اب تیسری جلد کی اشاعت کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہو رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محسن جماعت مؤلف محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کے سایہ عاطفت کو صحت وتندرستی کے ساتھ جماعت پر تادیر قائم رکھے اور تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت کا جاں گسل تھکا دینے والا بقیہ کام بھی ان سے لے لے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

☆☆☆

عالمی اسلامی کانفرنس، برطانیہ

مرکزی جمعیۃ اہل حدیث، برطانیہ کے زیر اہتمام چوالیسویں سالانہ عالمی اسلامی کانفرنس بعنوان قبلہ اول اور مسلمانان عالم اسلام برمنگھم کی جامع مسجد محمدی میں منعقد ہوئی، کانفرنس میں دنیا بھر سے علماو مشائخ اہل حدیث نے شرکت کی، اس عالمی کانفرنس کے اعلامیہ کے مطابق اقوام عالم سے فوری مطالبہ کیا گیا کہ فلسطینی عوام پر ظلم و ستم کے بدترین سلسلہ کو فوری بند کرایا جائے اور فلسطینیوں کو ان کا بنیادی اور پیدائشی حق دے کر ایک آزاد و خود مختار فلسطینی ریاست کے کا قیام عمل میں لایا جائے اور غزہ میں اسرائیلی مظالم کے خلاف مذمتی قرار داد بھی پیش کی گئی جبکہ عالم اسلام پر بھی زور دیا گیا کہ

وہ متحد ہو کر مظلوم فلسطینیوں کی آواز بنیں اور اپنے قبلۂ اول مقبوضہ بیت المقدس کو آزاد کرایا جائے۔

اس کانفرنس میں برطانیہ سے لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی، کانفرنس سے جمعیہ کے مرکزی امیر مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ اہل حدیث برطانیہ، نامور اسکالر علامہ ابتسام الٰہی ظہیر آف پاکستان، بزرگ اسکالر شیخ کریم ابوزید آف امریکہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی آف پاکستان، مولانا فضل الرحمن حقانی آف نیلسن، صدر مجلس القضاء الاسلامی برطانیہ، مولانا محمد عبد الہادی العمری، مولانا حبیب الرحمن جہلمی آف گلاسکو، ڈاکٹر صہیب حسن آف لندن، مولانا ادریس المدنی گلاسکو، مولانا عبد الباسط العمری، آف نیو کاسل، مولانا حافظ محمد حذیفہ مدنی آف بریڈ فورڈ، مولانا شفیق الرحمٰن، مولانا عبد الرزاق حفظھم اللہ اور دیگر مقامی علمائے دین و اسکالرز نے خطاب کیا اور کہا کہ اس وقت عالم اسلام کو متحد ہو کر عالمی سازشوں کا مقابلہ کرنا ہو گا اور قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنا کر دنیاوی میدانوں میں بھی آگے آنا ہو گا۔

مقررین نے مزید کہا کہ ظہورِ اسلام کے ساتھ ہی بیت المقدس مسلمانوں کا قبلۂ اول قرار پایا، بیت المقد اسلام کی عظیم الشان تاریخی آثار و باقیات اور روایات کا اہم جزو ہے، یہی وجہ ہے کہ

امت مسلمہ کسی بھی وقت اور کسی بھی حال میں اس سے دستبردار نہیں ہو سکتی، مسلمانوں کے نزدیک مسجد اقصیٰ صرف ایک مسجد ہی نہیں بلکہ امت محمدیہ کے لیے بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام ایک متبرک تاریخی یادگار ہے، اس کی تقدیس و تکریم اور فضیلت و اہمیت کی رو سے امت مسلمہ ہی مسجد اقصیٰ کی تولیت و تحفظ کی ذمہ دار ہے اور امت کسی صورت میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفویض کردہ حق سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔ مقررین نے کہا کہ اس کانفرنس کا مقصد برطانوی مسلم نوجوان نسل کی تربیت پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

دیگر مقررین نے مزید کہا کہ اس وقت مغرب میں اسلام شدید چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، فلسطین میں اسرائیلی مظالم ایک بار پھر انتہا پسندی کو جنم دے سکتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اسرائیلی مظالم کا سلسلہ بند کرایا جائے، کانفرنس میں فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا جانے پر ایک مذمتی قرارداد بھی پیش کی گئی جس پر تمام شرکا نے اتفاق کیا۔

مزید علمائے کرام نے خطاب کیا ان میں حافظ اخلاق احمد آف بریڈ فورڈ، حافظ عبید اللہ مدنی، لندن، حافظ شریف اللہ شاہد آف بریڈ فورڈ، مولانا شفیق الرحمن شاہین آف اولڈہم، مولانا محمد ابراہیم میرپوری اور دیگر علمائے کرام نے خطاب کیا، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی آف برمنگھم نے کانفرنس کے آخری سیشن کی صدارت کی۔

کانفرنس میں مختلف برانچیز سے کوچز اور ویان آئی تھیں، محمدی مسجد الم راک برمنگھم کے منتظمین چوہدری عبد الغفور امیر اور برادر عجائب خان ناظم اور ان کے معاونین نے کھانے کا بہت اچھا انتظام کیا تھا، کانفرنس میں تمام برانچوں کے ذمہ دار اور علمائے کرام نے شرکت کی تھی، خواتین بھی خاصی تعداد میں شریک کانفرنس تھیں۔ آخر میں ناظم اعلیٰ قاری ذکاء اللہ سلیم نے تمام کا شکریہ ادا کیا اور دعائے مسنون پر کانفرنس کا اختتام عمل میں آیا۔

اللہ کریم تمام شرکا کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

مولانا منیر قاسم، حافظ عبد الودود عابد ڈیوزبری، مولانا محمد عبد الکریم ثاقب، ڈاکٹر خرم بشیر امین، حاجی ذوالفقار علی رحمانی، حافظ رضوان اللہ بدر، حاجی محمد صدیق مولانا ابو ہمزہ مدنی بریڈ فورڈ، پروفیسر محمود رضا برمنگھم، حافظ عبد الاعلیٰ بریڈ فورڈ، چوہدری محمد اشرف، مانچسٹر، قاری حفیظ الرحمٰن اور بہت سے معززین شریک کانفرنس تھے۔

جناب محمد عمر ڈڈلی، آصف محمود زرگر، برادر محمد افراہیم برٹن، سید رفیع الدین لندن اور بہت سے لوگ برطانیہ کے طول و عرض سے شریک ہوئے اور نورِ ایمان سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کر گئے۔ کانفرنس کے دونوں سیشن تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوئے، مولانا عبد الستار عاصم اور ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے نظمیں پیش کیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء حضرات و خواتین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے